انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

## قادیانیت کا سیاسی محاسبہ

# مرزائیل


آغا شورش کاشمیریؒ

# مرزائیل

## پیش لفظ

قادیانیت کے ناسور کی چیر پھاڑ اور عامۃ المسلمین کو اس کے خطرات سے آگاہ رکھنا ہمارے دور کی ایک اہم ضرورت کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ اس دام ہمرنگ زمین کی گرہیں کھولی اور اس کے پیچ وخم کے بخئے ادھیڑے جاسکیں۔ اس لحاظ سے وہ افراد اور ادارے لائق تبریک ہیں جو اس مبارک دینی فریضہ کی انجام دہی کے لئے کوشاں ہیں اور قادیانیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جہد کناں ہیں۔

مجلس طلبائے اسلام پاکستان بھی ان تنظیموں میں سے ایک ہے۔ جو اس مقدس مشن کے لئے سربکف ہے۔ بے شک یہ بنیادی طور پر طلباء کی ایک جماعت ہے۔ لیکن ناموس رسول عربی کا تحفظ مسلمانوں کا بچہ بچہ اپنا پہلا فرض گرادنتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس تنظیم کی طرف سے "مرزائیل" نامی کتاب کی اشاعت پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اس کتاب کے ناشر ایک مقامی کالج کے نوجوان اور پرجوش طالب علم شیخ پرویز احمد ہیں۔ وہ اس تاریخی قصبہ چنیوٹ کے رہنے والے ہیں۔ جہاں دریائے چناب کے ایک جانب تحفظ ختم نبوت کے نام لیواؤں کی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں اور دوسری طرف ظلی وبروزی نبی کی ہاہا کار مچتی ہے۔ شیخ پرویز احمد نے اس ماحول میں آنکھ کھولی اور سن شعور کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ ختم المرسلین سے بے پایاں عقیدت ومحبت کے احساسات سے سرشار ہوتے گئے۔ اپنے ان ہی جذبات کے تحت انہوں نے چنیوٹ میں اس مسئلہ پر کئی ایک کامیاب کانفرنسیں منعقد کرائیں اور ربوہ کے مقابل تحفظ ختم نبوت کے سالانہ اجتماعات کی داغ بیل ڈالی۔ ناموس محمد کی حفاظت کے لئے ان کے جوش وخروش نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ راہ شوق میں ان کے قدم آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔ اب وہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اس کتاب کا تحفہ لائے ہیں۔ جس میں قادیانیت کا مکمل وجامع پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے۔ اس تصنیف میں انہوں نے وہ تمام مضامین یکجا کر دیئے ہیں جو ۱۹۶۷ء کے دوران ہفت روزہ چٹان میں آغا شورش کاشمیری کے قلم سے نکلتے رہے۔ پھر اس میں آغا صاحب کی وہ معرکتہ الآراء تقریر بھی شامل ہے جو گذشتہ سال انہوں نے چنیوٹ کے ایک عام اجتماع میں کی تھی اور جس میں قادیانیت کے مکروہ خدوخال کی بہ کمال وتمام نقاب کشائی کی گئی تھی۔ اس تقریر میں اسلامیان پاکستان کو واشگاف الفاظ میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا تھا کہ قادیانی پاکستان میں ایک نئے

اسرائیل۔ کی بنیادیں رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ آغا صاحب نے سر ظفر اللہ خان کے ناپاک عزائم سے بھی ملت اسلامیہ کو خبردار کیا تھا۔

مختلف دوسرے مضامین کے ساتھ اس تقریر کے اضافہ نے اس تصنیف کی افادیت کو اور بڑھادیا ہے۔ اس میں مشمولہ مضامین کی اثر آفرینی کا اندازہ اسی ایک امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ چٹان میں ان کی اشاعت پر مرزائی حلقے بوکھلا اٹھے اور اپنے خصوصی ہتھکنڈوں کو بروئے کار لاکر "چٹان" پر سنسر شپ نافذ کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کے مصداق اب وہی مضامین مجموعہ کی صورت میں یکجا آپ کے سامنے ہیں۔ بلاشبہ آغا صاحب کی اس تقریر اور مضامین کی کتابی صوت میں اشاعت وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ جس کی تکمیل کی سعادت ملت کے ہونہار طلباء کے حصہ میں آئی۔ اپنی اس ایمان افروز کوشش کے لئے یہ نوجوان مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنی تعلیمی مصروفیتوں کے باوجود اس بیڑہ کو اٹھایا اور "مرزائیل" کو منظر عام پر لاکر رہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان کی اس کاوش کا دینی و علمی حلقوں میں گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ اس تصنیف کی اہمیت کے پیش نظر آخر میں ہم ایک تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ان افکار و خیالات کو انگریزی دان اور غیر ملکی افراد تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ بھی شائع کیا جائے تاکہ حق و صداقت کی یہ آواز اقصائے عالم میں پھیل جائے۔

صادق کاشمیری

۱۰ر فروری ۱۹۶۸ء

## سرآغاز

پاکستان میں قادیانیت بہرحال ایک قومی خطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ اسلام میں اس نوعیت اور اس انداز کا خطرہ، اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ جہاں تک دینی حلقوں کا تعلق ہے۔ ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ قادیان امت کے بارے میں ان کا نقطۂ نگاہ واضح ہے اور وہ اس فرقۂ ضالہ کو کسی لحاظ سے بھی اسلام کا جزو نہیں سمجھتے۔ ان کا عقیدہ راسخ ہے کہ قادیانی امت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عوام میں بھی علماء کی بدولت یہ بات صاف ہوچکی ہے کہ مرزائی محمد عربی ﷺ کی امت کا حصہ نہیں۔ لیکن جو چیز ساری قوم اور سارے ملک کے لئے بجائے خود ایک خطرہ بن گئی ہے وہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کی اکثریت کا طرز عمل ہے۔ یہ لوگ خود تو دین اور اس کی

نزاکتوں سے آگاہ نہیں اور نہ انہیں ختم نبوت کے مسئلہ کی حقیقت معلوم ہے۔ لیکن انہیں اصرار ہے کہ قادیانی امت کے تعاقب میں علماء کی روش گویا اس فرقہ واریت کا ایک حصہ ہے جو مسلمانوں کے مذہبی فرقوں میں صدیوں سے عام ہو چکی ہے۔ اس گروہ کو جو ملک میں ارباب بست وکشاد کی حیثیت رکھتا ہے یہ بتانا اور سمجھانا دشوار ہو رہا ہے کہ وہ غلطی پر ہے اور اس کے خیال کی بنیاد ہی سرے سے غلط ہے۔ اس کے کچھ وجوہ ہیں۔ مثلاً:

۱۔ جو لوگ قادیانی امت کے تعاقب میں سرگرم ہیں وہ مسلمانوں کے ان خواص میں نامقبول ہیں اور اس کی وجہ ان خواص کی دین سے دوری بھی ہے یا پھر علماء کا اپنا وجود جو علم دین کی بہ نسبت علم کے افلاس کا مظہر ہے۔

۲۔ مغربی دانش وعلم کے پیرووں میں یہ تصور ایک حد تک جاگزین ہے کہ عقیدہ یا مذہب انسان کا پرائیویٹ معاملہ ہے۔ گو اس خیال کو تقویت پہنچانے کا باعث علماء کا عصری روح سے بے خبر ہونا بھی ہے۔ لیکن بڑی وجہ اس طائفے کی اپنی بے مائیگی ہے جو ایک سو سال کی مغربی تعلیم نے ان میں پیدا کی ہے۔

۳۔ یہ گروہ حکومت کے دوائر میں تو اپنی اس روش پر اڑا ہوا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں ایک دوسرا طرز عمل اختیار کرتا ہے۔ اس طرز عمل کا نام اس کے ذہن وتصور میں رواداری ہے۔ علامہ اقبال نے رواداری کے مسئلہ پر احمدیت کے مسئلہ میں خاصی بحث کی ہے۔ ایک یورپی مصنف کے حوالے سے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ایک ملت دینی اساس کے معاملہ میں رواداری اختیار کرنے کی مجاز نہیں اور نہ رواداری کے لفظ یا مفہوم کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس قسم کی رواداری، خودکشی کے مترادف ہے۔

۴۔ تعجب کی بات ہے جو حکومت یا افراد اپنے وجود اور اپنی سیاست کے بارے میں رواداری گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ ایک سیاسی نظام کے جمہوری سانچے میں جو چیز ڈھلتی ہے اس کے لئے رواداری لازم ہے۔ لیکن دین وشریعت کے متعلق رواداری کی تلقین کرتے ہیں یا تو ان کے ذہن میں رواداری کا صحیح مفہوم نہیں یا پھر وہ دین وشریعت کی حقیقی روح سے ناآشنا ہیں۔ غداری اور رواداری ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک جماعت جو غداری کی مرتکب ہو اور دل آزاری کا باعث بنی ہو۔ اس سے رواداری کا سلوک ایک ایسا مسخرا پن ہے جو اپنے عقائد کے ساتھ اپاہج قومیں ہی روا رکھ سکتی ہیں۔

ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے اجداد، اولاد اور احوال کے متعلق اس وقت رواداری کو

جائز قرار دیتے ہیں۔ جب ان کی عزت وآبرو اور وجود واستحکام کو اس رواداری سے خطرہ لاحق ہو، ظاہر ہے کہ ایک شخص بھی برضا ورغبت اس رواداری کی تلقین نہیں کرے گا اور نہ اس کا خواہاں ہوگا۔ تو پھر اسلام جس پر ہماری ملی زندگی کا انحصار ہے اور محمد ﷺ (فداہ امی وابی) جن سے ہماری نوعی وحدت قائم ہے۔ ان کے لئے یہ رواداری کس بنیاد پر جائز ہے؟ اس لئے کہ تعلیم یافتہ جماعت کا زیر بحث گروہ اپنی ذات سے باہر ہر معاملہ میں فراخ دل ہو چکا ہے اور اس کو اپنے وجود کے سوا کوئی شے بھی عقیدہ یا شخصیت عزیز نہیں رہا ہے۔

جہاں تک ختم نبوت کا مسئلہ کا تعلق ہے آج سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ اس گروہ کو یہ بتایا جائے کہ مسلمانوں کی دینی وحدت کس طرح قائم رہتی ہے۔ مسئلہ ختم نبوت ایک شرعی مسئلہ ہی نہیں بلکہ اس کے اثبات پر مسلمانوں کے دینی وجود کا انحصار ہے اور اس کی نفی سے مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس مسئلہ ہی کی نشاندھی کی اور فرمایا تھا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ احمدیت کے ان اداکاروں کا پس منظر تلاش کریں جو ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی تاراجی کے بعد نمودار ہوئے اور انگریزوں کی غلامی کا جواز پیدا کیا۔ افسوس کہ یہ کام آج تک کسی طاقتور قلم کا منتظر ہے۔

اقبال اکادمی نے...... علامہ اقبال کے نام پر خزانہ حکومت سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کی ہیں۔ لیکن جن مباحث ومضامین کے متعلق علامہ اقبالؒ نے تحقیقی اشارے کئے۔ ان کے متعلق ان اکادمیوں کی علمی بضاعتی اور ذہنی بے مائیگی کی پیشانی پر ابھی تک ''یک حرف کاشکے'' لکھا ہوا ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اقبال کے نام پر جو ادارے سرکاری توشہ خانہ سے پرورش پارہے ہیں وہ اوّلاً فکر ونظر کے معاملے میں ساقط الاعتبار ہیں۔ ثانیاً ان کی مخفی مصلحتیں یہی ہیں کہ جو اقبال چاہتا تھا اس کو روپوش رکھیں یا گم کر دیں اور جو یہ چاہتے ہیں اس کو اجاگر کریں۔ ان لوگوں میں سے بیشتر بزرجمہر وں کو اقبال دل سے نہیں پیٹ سے عزیز ہے۔

اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو کتاب اللہ ہے اور ملت کی بنیاد سیرت پر ہے جس کا مظہر کامل محمد عربی ﷺ ہیں۔ ان دو کے بعد کوئی شخص یا جماعت اپنی بنیاد الہام پر رکھتی ہے اور شرط یہ قرار دیتی ہے کہ وہ مامور ہے یا عجمی اصطلاحوں کی رو سے اس کا وجود بروزی یا ظلی ہے تو اس کا وجود ایک مسلمان مملکت میں نہ صرف ایک قومی حادثہ ہے۔ بلکہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اس جماعت کا سختی سے محاسبہ کرے اور اس کے اعوان وانصار کو قرار واقعی سزا دے۔ اگر ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے قومی غداروں کو عبرتناک سزائیں دی جاسکتی ہیں تو دینی سرحدوں کی حفاظت کے

لئے بھی اسلامی غداروں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ افسوس کہ رواداری کا لفظ ارباب حل وعقد کے نزدیک اصل الاصول ہے اور غالباً اسی لئے وہ اس فرقۂ ضالہ کے خفیہ عزائم سے بے خبر ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ مرزائیت ایک عجمی اسرائیل کی طرح پرورش پارہی ہے اور اس کا وجود مسلمانوں کے لہو میں سرطان بنتا جارہا ہے۔

یہ مجموعہ میری ایک تقریر اور چند مختصر اخباری مضامین پر مشتمل ہے جو مجلس طلبائے اسلام کے نوجوانوں نے اپنے طور پر مرتب کیا ہے۔ کاش اس کے اشارات کسی جامع اور مانع تصنیف میں کام آسکیں۔ ۱۹ر فروری ۱۹۶۸ء، شورش کاشمیری

## قادیانیّہ

## ۱......مرزائیت کی تاریخ ...... سیاسی دینیات کی تاریخ ہے

آغا شورش کاشمیری نے ہندوستانی نبوت کی پاکستانی پناہ گاہ ربوہ کے دامن اور شاہجہان فرمانروائے ہندوستان کے وزیراعظم سعد اللہ خان کے مولد چنیوٹ میں سٹوڈنٹس اسلامک سالڈیرٹی آرگنائزیشن (مجلس طلبائے اسلام پاکستان۔ پرویز) کے زیر اہتمام ایک اجتماع عام کو خطاب کرتے ہوئے ڈھائی گھنٹہ تک ایک معلومات افروز تقریر میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ عنقریب ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کئے جارہے ہیں۔ ذیل میں اس جامع تقریر کی ایک تلخیص پیش کی جارہی ہے، جس سے اقبال اور قادیانیت کے ان پہلوؤں کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ جس کی اساس پر آغا صاحب نے اپنے خیالات قادیانی امت کے تجزیہ وتحلیل کی صورت میں پیش کئے۔ یہ اجتماع ۲۹ر اپریل ۱۹۶۷ء کی شام کو ہورہا تھا۔ لیکن بارش کی وجہ سے اگلے روز صبح ۹ بجے ملتوی کردیا گیا۔ اس اجتماع میں دینیات واقبالیات اور سیاسیات وعمرانیات سے شغف رکھنے والے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ تقریر کا یہ عالم تھا کہ لوگ شامیانوں سے باہر دھوپ کی تیزی میں بھی گوش برآواز ہوکر کھڑے رہے اور آغا صاحب نے قادیانی جماعت کے بارے میں افکار اقبال کی روشنی میں جو نکات پیش کئے۔ اس پر شروع سے آخر تک سر دھنتے رہے۔

جلسہ سے پہلے آغا صاحب نے شہریوں کی دعوت کے جواب میں ایک مختصر سی ادبی تقریر کی جس میں ان الفاظ تہنیت پر اظہار تشکر کیا جو ان کے بارے میں سپاسنامہ میں استعمال کئے گئے تھے۔ شام کو آغا صاحب نے تنظیم طلبہ کے دفتر میں پرچم کشائی کی اس موقع پر ’’جاگ اٹھا ہے سارا وطن‘‘ کی دھنیں بجائی گئیں۔ طلبہ نے گولے چھوڑے نوجوانوں کے ایک زبردست ہجوم نے

اخلاص وارادت کا اظہار کیا۔ آغا صاحب نے سپاسنامہ کے جواب میں فرمایا۔ ہمیں الفاظ کے استعمال میں محتاط رہنا چاہئے۔ اردو زبان چونکہ درباروں میں پلی ہے۔ اس لئے اس کے مزاج میں ابھی تک عقیدت کی افسانوی بے بصری پائی جاتی ہے۔

اصلاً یہ ایک قسم کا ذہنی انحطاط ہے۔ جب تک اردو زبان میں سے عقیدت کے فالتو الفاظ اور درباروں میں کورنش بجالانے والے تصورات خارج نہیں کئے جائیں گے ہمارے لسانی مزاج میں حفظ نفس کی روح پیدا نہیں ہوگی۔ آغا صاحب نے کہا سپاسنامہ میں میرے متعلق جن پر شکوہ اور پر جمال الفاظ میں اخلاص کا اظہار کیا گیا ہے میں ممنون ہوں لیکن واقعتہً میں ان الفاظ کا مستحق نہیں۔ میں ایک انسان ہوں بہ قول اقبال ؂

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری

اس میں شک نہیں کہ میں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کی صحبت سے سالہا سال فیض اٹھایا اور فکر اقبال کے علاوہ نظر ابوالکلامؒ سے ذہنی بالیدگی حاصل کی۔ لیکن میں ان میں سے کسی کا ظل یا بروز نہیں۔ آپ نے غالباً اس لئے مجھے ان کا عکس قرار دیا ہے کہ آپ کے پہلو میں ظلی وبروزی نبوت کا کارخانہ چل رہا ہے۔ بہر حال میری خواہش یہی ہے کہ آپ الفاظ کے معاملہ میں احتیاط برتا کریں۔ بسا اوقات آج کے الفاظ کل کا روگ بن جاتے ہیں۔

۳۰/اپریل ۱۹۶۷ء چنیوٹ کے جلسہ عام میں آغا صاحب نے یوم اقبال کی تقریب میں قادیانیت اور اسلام کے موضوع پر جو نظریات اور تصورات پیش کئے ان کا خلاصہ یہ تھا۔

سب سے پہلے آپ نے منتظمین کی محبت کا شکریہ ادا کیا اور معذرت پیش کی کہ وہ چنیوٹ میں مسلسل دعوتوں کے باوجود نہ آسکے۔ تو اس کی خاص وجہ کوئی نہ تھی۔ صرف مصروفیتوں کی بوقلمونی اور مشغولیتوں کی بے پناہی مانع رہی۔ پارسال حاضر ہونے کا ارادہ تھا۔ وعدہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن جیل خانے سے دعوت آ گئی اور وہاں جانا پڑا۔ اب فرصت پیدا کر کے آج کی اس تقریب میں شمولیت کی ہے۔

## تین اہم پہلو

آغا صاحب نے کہا: موضوع ہے ''اقبال اور قادیانیت'' اس ضمن میں تین گذارشیں ہیں۔

اوّلاً...... میں جو کچھ عرض کروں گا پوری ذمہ داری سے عرض کروں گا۔ میری گذارش ہے کہ میرے ان خیالات کو میرے ہی الفاظ میں سی آئی ڈی کے ذمہ دار بھائی کا ملاً نوٹ

فرمائیں اوران کو مغربی پاکستان کے گورنر اوران کی وساطت سے صدر مملکت کی خدمت میں پہنچادیں۔

ثانیاً...... اگران میں سے کوئی سی چیز غلط ہو یا میں اس کا ثبوت نہ دے سکوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں کہ مجھے ہمیشہ کے لئے قید کردیا جائے۔ ورنہ قادیانی امت کے اعمال وافکار پر کڑی نگاہ رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کے نہاں خانہ دماغ میں اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کی پیش گوئیوں کے باعث ایک ریاست کی خواہش مدۃ العمر سے مخفی چلی آتی ہے۔

ثالثاً...... اگر قادیانی امت میں سے کوئی فاضل تیار ہو تو میں ان مباحث پر کسی بھی اجتماع میں گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوں جو نکات کہ اس تقریر میں پیش کررہا ہوں۔ فیصلہ سامعین کرلیں۔ کوئی سا منصف تسلیم کرلیا جائے یا پھر خود ان کا ضمیر اس امر کی توثیق وتردید کرے کہ جن حوالوں سے میں خطاب کررہا ہوں وہ غلط ہیں یا صحیح؟ نتائج کے اعتبار سے آیا ان کے معنی وہی ہیں جو میرے ذہن میں آئے ہیں یا اس سے مختلف تعبیر وتاویل بھی ہوسکتی ہے۔ قول کی تائید یا تردید ہمیشہ عمل کرتا ہے۔

## بحث ہی غلط ہے

آغا صاحب نے فرمایا: یہ بحث ہی غلط ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھے کہ نہیں؟ جو لوگ مرزا قادیانی کی نبوت کا مفروضہ قائم کر کے نبوت کے مفہوم ومقصد پر بحث کرتے اور مناظرہ رچاتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ غلطی پر ہیں۔ سرور کائنات ﷺ کے مقابلہ میں پہلے کسی آدمی کو کھڑا کرنا پھر اس کی تغلیط کرنا ایک ایسا فعل ہے جس سے سوءِ ادب کا پہلو نکلتا ہے۔ رہا ظلی وبروزی کا سوال تو قرآن وحدیث میں کہیں اس اصطلاح یا اس سے ہم معنی لفظ کا تصور تو ایک طرف رہا قیاس تک نہیں ملتا۔ نہ عربی لغت میں اس غرض سے کوئی لفظ ہے اور نہ قرن اوّل کے دین وادب میں اس کا وجود یا اس کی پرچھائیں کا نشان ملتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں مرزائیوں سے خاتم النبیین کے لغوی، اصطلاحی یا قرآنی مفہوم پر بحث کرنا بھی بنیادی طور پر غلط ہے۔ مذہب کی بنیادی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ عقائد واعمال کی جو دنیا پیش کرتا ہے اس میں ابہام واہمال وغیرہ کا گزر تک نہیں ہوتا۔ وہ ہر بات کھل کے کہتا اور اس کی دعوت وتذکیر واشگاف الفاظ میں ہوتی ہے۔ اگر ظلی یا بروزی کسی نبی کے لئے اسلام میں کوئی نظریہ ہوتا یا اللہ کی رضا یہی ہوتی تو قرآن بول اٹھتا۔ احادیث نبوی میں بات آجاتی۔ جس پیغمبر (فداہ امی وابی) نے زندگی کی ہر ضرورت واحکام وقواعد مرتب کردیئے ہوں اور امت کے پورے نظم

ونسق کی بنیادیں حشر تک استوار کردی ہوں۔کیا وہ نبی ہم سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میری تعلیم کے احیاء کو وقتاً فوقتاً ظلی یا بروزی قسم کے نبی آتے رہیں گے۔ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث میں ایسا کوئی اشارہ یا کنایہ بھی موجود نہیں؟ رہ گیا خاتم النبیین کے معانی کا تصور تو اس پر اجماع امت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ قطعی ہے۔صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہا، علماء اور صلحاء سب کے سب حضور کی ختم المرسلینی پر ایمان رکھتے تھے اور ان کے بعد کسی طرز کے نبی کی آمد کے قائل نہ تھے۔نہ انہوں نے کبھی اس باب میں کوئی خفی سے خفی کلمہ کہا یا اشارہ کیا۔ یہ تو ہوتا رہا کہ نبوت کے مدعیوں کو سزا ملتی رہی اور وہ مارے گئے۔لیکن یہ کبھی نہ ہوا کہ ان کے لئے کسی حلقہ سے کوئی تائید کی آواز اٹھی؟ یا کوئی حدیث سامنے آئی؟ یا قرآن کی کسی آیت کو تاویل کا بازیچہ بنایا گیا۔کسی نے کبھی اس کے جواز پر سوچا تک نہیں اور نہ ان مصنوعی نبیوں کی اولاد نے خلافت کا سوانگ رچایا۔یہ تنہا میرزا غلام احمد قادیانی کی ذات ہے کہ برطانوی عہد میں ان کی نبوت قائم ہوئی۔ پروان چڑھی، اس کو آب ودانہ مہیا کیا گیا ہے۔حتیٰ کہ ایک باقاعدہ جماعت بن کر خلافت ہوگئی اور اب اس کے دماغ میں ایک سلطنت قائم کرنے کا خواب نقش ہو چکا ہے۔

## اصل بنیاد

۱...... مرزائیت کی اصل بنیاد دین نہیں سیاست ہے۔اس کا مطالعہ دینی اعتبار سے نہیں بلکہ سیاسی اعتبار سے کرنا چاہئے۔ان سے مذہبی بحث چھیڑنا ہی غلط ہے۔ان کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہئے۔جیسا کہ علامہ اقبال کا خیال تھا۔

۲...... اگر ہم سلطان ٹیپو کی شہادت ۱۷۹۹ء سے لے کر بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری ۱۸۵۷ء تک کے احوال ووقائع پر نظر رکھیں تو ہمیں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور ان کے جانشینوں کی خلافت کے احوال وظروف کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی نیو رکھنے میں بالواسطہ اور بلاواسطہ کون سے عوامل ومحرکات کا ہاتھ شامل رہا ہے۔

۳...... انگریزوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت لے کر محسوس کیا۔جیسا کہ سرولیم میور لیفٹیننٹ گورنر یوپی نے کہا تھا کہ: برطانوی عملداری کی راہ میں دو رکاوٹیں ہیں۔ایک محمدؐ کی تلوار، دوسرا محمدؐ کا قرآن، محمدؐ کی تلوار کو تنسیخ جہاد کے نظریہ سے توڑنا چاہا۔ بعض مذہبی فرقے اور ان کے فتاویٰ ممد ہوئے۔لیکن انگریزوں کو مسلمانوں کی اجتماعی نفسیات سے اندازہ ہوا کہ مسلمان بہ الفاظ اقبال ایک ہی چیز سے متاثر ہوتے ہیں اور وہ ربانی سند ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ فرض بکمال انجام دیا۔جہاد منسوخ کیا۔گویا اس طرح محمدؐ کی تلوار کے

لئے نیام بنا چاہا۔ خود کو محمد کی مثل (خاکم بدہن) کہا اور طرح قرآن سے جہاد کی آیات ساقط کرنی چاہیں۔ نتیجتاً سرحد سے ملحق پنجاب کے قلب میں بیٹھ کر برطانوی شہنشاہیت کی غلامی کے لئے الہامی بنیاد قائم کی۔ فی الجملہ مرزائیت سیاسی دینیات کا درجہ رکھتی ہے۔

۴...... مرزا قادیانی نے یہی نہیں کیا بلکہ اس عمارت کی نیو اٹھانے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کی ذہنی زمین کو ہموار کرنا چاہا۔ آب و ہوا کا رخ بدلا۔ غرض وہ مسلمان جو سلطان ٹیپو کے جہاد میں شعلۂ جوالہ ثابت ہوئے تھے۔ جنہوں نے سراج الدولہ کے وجود میں تلوار کی آبرو رکھی تھی جو بہادر شاہ ظفر کے عہد میں جنگ آزادی کا مواد لے کر اٹھے تھے۔ ان کے باقیات، سید احمد شہید کی تحریک اور اس کے برگ و بار جنگ امبیلہ کے نتائج واثرات، انبالہ، پٹنہ، راج محل، مالوہ اور پٹنہ میں علماء کے پانچ مقدمات، علماء کا شوق جہاد و شہادت، سرحدی علاقے میں جہاد و غزا کی فراوانی، ان تمام واقعات نے مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود کو برطانوی مصالح و مقاصد کی خاک سے اٹھایا اور وہ مسلمانوں کے مزاج کا رخ بدلنے میں منہمک ہوگئے۔

## مرزا غلام احمد قادیانی کی خصوصیات

انہوں نے مسلمانوں کو فضول مذہبی مباحث میں الجھادیا۔ مثلاً:

الف...... برطانوی فاتحوں سے ہٹا کر برطانوی پادریوں سے الجھادیا۔ جس سے تلوار کی جگہ زبان نے لے لی اور جہاد کی امنگ سرد پڑ گئی۔ ذہنی زاویے بدل گئے۔

ب...... آریہ سماجیوں سے اس طرز کے مناظروں کی نیو رکھی کہ دشنام کے جواب میں دشنام کا جھگڑا اٹھا اور مرزا قادیانی کے جواب میں ستیارتھ پرکاش کے اس باب کا اضافہ ہوا۔ جس میں قرآن و رسالت پر سب وشتم کیا گیا۔

ج...... خلافت کے تصور پر بحثیں ہونے لگیں کہ یہ ایک مذہبی ادارے کو مستلزم ہے یا کسی اسلامی ریاست کا فرمانروا، ان مسلمانوں کا بھی خلیفہ ہوسکتا ہے جو اس کی فرمانروائی کے علاقہ میں آباد نہ ہوں، حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو اور وہ اس کی رعایا ہوں۔

د...... ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام۔

ہ...... اولی الامر منکم کی شرحیں۔

ی...... احادیث میں مہدی کے ورود کی پیش گوئی کا مطلوب اور نوعیت۔

اس فضاء کے پیدا ہوتے ہی انگریزوں کو استحکام سلطنت کا موقع مل گیا۔ مسلمانوں کے فکر و عمل کا میدان بدل گیا اور یہ ایک ایسی خدمت تھی جس کے نتائج واثرات ایک پراسرار

وحیرت انگیز تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں۔ جس سے برطانوی عہد میں مسلمانوں کی ذہنی ویرانی اور قومی بربادی کا پورا نقشہ معلوم ہوسکتا ہے۔

## ارشاد اقبال

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی سیاسی وحدت کو اس وقت نقصان پہنچتا ہے جب مسلمان سلطنتیں آپس میں ایک دوسرے سے لڑتی ہیں اور مذہبی وحدت اس وقت ٹوٹتی ہے جب خود مسلمانوں میں سے کوئی جماعت ارکان واوضاع شریعت سے بغاوت کرتی ہے۔ مرزا قادیانی کا یہی جرم خطرناک ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی مذہبی وحدت کو شکست کیا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جب سیاسی وحدیت منتشر ہوتو مذہبی وحدت ہی ملت کے وجود کو باقی رکھتی ہے۔ اب اگر مسلمانوں کا کوئی طبقہ یہ کہتا ہے کہ دینی وحدت کے باغیوں سے رواداری برتی جائے اور صرف اس حیثیت سے کہ وہ اقلیت میں ہیں۔ انہیں اجازت دی جائے کہ وہ ایک دینی وحدت کی ہر مقدس اینٹ کو اکھاڑتے چلے جائیں تو وہ اقبال ہی کے الفاظ میں دینی حسیات سے نہ صرف عاری ہے بلکہ پست فطرت بھی ہے۔ کیونکہ اس کو اس امر کا احساس نہیں کہ اس صورتحال میں الحاد غداری، اور رواداری خودکشی کا درجہ رکھتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک ایک یورپی دانشور کے الفاظ میں رواداری مختلف المعنیٰ احساس وتاثر رکھتی ہے۔ مثلاً فلسفی کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں۔ مؤرخ کے نزدیک غلط، مدبر کے نزدیک مفید، ہر نوعی فکر وعمل کے انسان کے نزدیک کہ وہ ہر فکر وعمل سے خالی ہوتا ہے۔ اس رواداری کی ہر شکل گوارا ہے۔ اسی طرح ایک کمزور آدمی کی رواداری ہے جو اپنے محبوب اشیاء اور بنیادی عقائد کی ذلت ورسوائی چپ چاپ سہے جاتا ہے۔

## مرزائیوں کا وظیفہ حیات

اپنے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک مرزائیوں نے بتدریج جو نقشہ قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

الف...... مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے (بالخصوص وہ لوگ جو انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور بوجوہ دین میں اخلاص نہیں رکھتے یا اس کو انسان کا ذاتی فعل سمجھتے ہیں) کو اس غلط دین پر لا کھڑا کیا کہ قادیانی بھی گویا مسلمانوں کے فرقوں ہی میں سے ایک فرقہ ہیں اور ان کی مخالفت بھی ملاازم ہی کے برگ وبار میں سے ہے۔

ب...... مرزائی من حیث الجماعت مسلمانوں کا ہر دینی ومعاشرتی میدان میں مقاطعہ کرتے اور انہیں کافر تک سمجھتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کے ساتھ نماز تک نہیں پڑھتے۔ ان کے

جنازوں میں شریک نہیں ہوتے۔ جیسا کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے منیر انکوائری کمیشن کے روبرو قائداعظمؒ کا جنازہ نہ پڑھنے کا اعتراف کیا۔ لیکن سیاسی طور پر مسلمانوں سے الگ نہیں ہوتے۔ صرف اس لئے کہ اس طرح سیاسی فوائد حاصل کرنے اور ملکی اقتدار حاصل کرنے کے مدۃ العمر سے آرزومند ہیں۔

## پاکستان کے بعد

پاکستان بن جانے سے پہلے جب تک براعظیم آزاد نہیں ہوا۔ ان کا اجتماعی وظیفہ انگریزوں کی تائیدواعانت کرتا رہا۔ پھر جب قومی تحریکیں مضبوط و مستحکم ہوگئیں تو یہ سیاسی پینترے بدلتے رہے۔ لیکن اپنی اس حیثیت کو لمحہ بھر کے لئے بھی ترک نہ کیا کہ ان کا وجود برطانوی حکومت کے آلہ کار کا ہے۔ ایک مرحلہ میں انہوں نے لاہور ریلوے اسٹیشن پر پنڈت جواہر لال نہرو کا بھی استقبال کیا۔ مقصود بہ قول اقبالؒ یہ تھا کہ بشیرالدین محمود اس انداز میں حکومت کے ہاں ٹنڈ و داخل کر رہا تھا۔ میں ناراض ہوں مجھے راضی کرو۔ اسی زمانہ میں ایک ہندو کانگرسی نے اس مطلب کا مضمون لکھا کہ قادیانی جماعت عام مسلمانوں کی بہ نسبت ہندستان کی زیادہ وفادار ہے کہ وہ پیغمبر عرب کی بجائے ایک ہندوستانی پیغمبر کی پیروکار ہے۔ غرض ان احوال وافکار اور واقعات وحالات نے مرزا بشیرالدین محمود میں برطانوی حکومت کی گرتی ہوئی دیوار کے ملبہ سے اپنے سیاسی اقتدار کا قصر اٹھانے کی خواہش پیدا کی۔ مرزا غلام احمد نے ایک امت تیار کی۔ مرزا بشیرالدین محمود نے جو خلیفہ سے زیادہ، شاطر تھے اس امت میں عصبیت پیدا کر کے حصول اقتدار کا ایک طویل منصوبہ تیار کیا۔ جس کی پشت پناہی کے لئے اپنے والد کے الہام اور اپنے القاء اور خواب وضع کئے۔

## ہوا کیا

غور کیجئے کہ قادیانی جماعت جس نے کبھی تحریک استخلاص وطن کا ساتھ نہیں دیا۔ خلافت عثمانیہ کی تاراجی پر چراغاں کیا اور انگریزی حکومت کی اطاعت وجاسوسی اپنا جزو ایمان سمجھا۔ ایکا ایکی اور اپنی زندگی میں پہلی دفعہ ۱۹۳۱ء میں کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی علمبردار ہوگئی۔ برٹش میوزیم سے کبھی اس زمانہ کی سیاسی دستاویز ہاتھ آئیں تو یہ عقدہ کھلے گا کہ مرزا بشیر الدین محمود نے کن اغراض ومقاصد کے تحت یہ قدم اٹھایا تھا۔ ان کی پشت پر کون تھا اور یہ سارا ناٹک کس لئے رچایا گیا۔ کشمیر کی سرحد پر روس کی نگاہیں کیا دیکھ رہی تھیں اور مسلمانوں کا ذہن کس طرف جا رہا تھا۔ مرزا بشیرالدین محمود کس مخفی اشارے پر مہرہ بن کر آگے آئے تھے؟ یہ ساری کہانی ایک طاقتور قلم کے انکشاف کی منتظر ہے۔

## مرزا قادیانی کی زبانی

تاریخ احمدیت جلد ششم مؤلفہ دوست محمد شاہد کے ص ۴۴۵ اور ۶۷۹ پر بروایت مرزا بشیر الدین محمود مرقوم ہے کہ جماعت احمدی کو کشمیر سے دلچسپی کیوں ہے۔

اوّلاً...... کشمیر اس لئے پیارا ہے کہ وہاں تقریباً اسی ہزار احمدی ہیں۔

ثانیاً...... وہاں مسیح اوّل دفن ہیں اور مسیح ثانی (مرزا غلام احمد قادیانی ناقل) کی بڑی بھاری جماعت اس میں موجود ہے۔

ثالثاً...... جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہے وہ بہرحال مسلمانوں کا ہے اور مرزا قادیانی کے نزدیک مسلمان ان کے پیروکار ہیں۔ (ص۶۷۹)

رابعاً...... نواب امام الدین جنہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گورنر بنا کر کشمیر بھجوایا تھا وہ اپنے ساتھ بطور مددگاران کے دادا (مرزا بشیر الدین محمود کے الفاظ میں) یعنی مرزا غلام مرتضیٰ کو بہ اجازت مہاراجہ رنجیت سنگھ ساتھ لے گئے تھے۔

خامساً...... ان کے استاد جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ اوران کے خسر حضرت مولوی حکیم نورالدین کشمیر میں بطور شاہی حکیم کے ملازم رہے تھے۔ (ص۴۳۵)

## جادو وہ جو سر چڑھ بولے

چنانچہ مرزا بشیر الدین نے ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء کے سالانہ جلسہ میں بروایت تاریخ احمدیت خدائی تصرف والقا کے تحت عظیم الشان آسمانی انکشاف کرتے ہوئے فرمایا: ''مایوس نہ ہو اور خداتعالیٰ پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے اندر ایسے سامان پیدا کر دے گا۔ آخر دیکھو یہودیوں نے تیرہ سو سال انتظار کیا اور پھر فلسطین میں آگئے۔ مگر آپ لوگوں کو تیرہ سو سال انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے تیرہ بھی نہ کرنا پڑے۔ ممکن ہے دس بھی نہ کرنا پڑے اور اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کے نمونے تمہیں دکھائے گا۔'' (ص ۶۷۸، ماخوذ الفضل، مورخہ ۱۵ر مارچ ۱۹۵۷ء)

آغا صاحب نے نہایت شرح وبسط سے اس کا تجزیہ کیا کہ قادیانی خلیفہ اس طرح گویا ریاست اسرائیل کے قیام کو انعام خداوندی سے تعبیر کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ان سے نسبت پیدا کر کے امید خوش دلاتا ہے۔ آغا صاحب نے علامہ اقبال کی اس دوراندیشی کا بھی ذکر کیا کہ آج سے تیس برس پہلے انہوں نے فرمایا تھا کہ: ''احمدیت یہودیت سے قریب تر ہے۔''

آغا صاحب نے اس ضمن میں مرزائیوں کے مختلف الہاموں اور بشارتوں کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس ضمن میں بتایا کہ تاریخ احمدیت کی اسی جلد کے ص ۳۹۵ پر خلیفہ اوّل کا

انکشاف درج ہے کہ ریاست کشمیر اور ہمالیہ کے دامن میں آباد مسلم آبادی کا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔کوہ ہمالیہ سے شروع کرتے ہوئے بلوچستان اور ڈیرہ غازیخان کے سب پہاڑی سلسلے گنے۔

آغا صاحب نے اس حوالہ کے ساتھ اس امر کی وضاحت کی کہ کشمیر میں مسیح ''ربوہ کا انتخاب'' بلوچستان میں اراضی کی وسیع خریداری اور بشیر الدین محمود کے اس ضمن میں ایک اسٹیٹ قائم کرنے سے متعلق خطبات کو باہم دگر ملا کر پڑھیں اور سوچیں تو بہت سی پہیلیاں خود بخود کھلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

## ہمارے امراء وفضلاء

آغا صاحب نے افسوس ظاہر کیا کہ جس ''نبوت'' کو اقبال نے سٹہ بازی سے تعبیر کی اتھا۔ ہمارے امراء وفضلاء اس کے نتائج وعواقب پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ بلاواسطہ اس کی معاونت کررہے ہیں۔حالانکہ اس ''نبوت'' کی بدولت نہ صرف آخرت کی متاع ضائع ہورہی ہے بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ذہنی وحدت میں پاکستان اس لحاظ سے مشتبہ ہوسکتا ہے۔لیکن اس کا انحصار احمدیت کی سیاسی پخت وپز کے نتائج پر ہے۔

آغا صاحب نے اس ضمن میں ایک خاص نکتہ پر زور دیا کہ عرب دنیا کو قادیانیت کا پورا پتہ چل جائے تو پاکستان کی دینی آبرو کو گزند پہنچے گا اور اگر احمدیت سیاسی اقتدار حاصل کرلے تو عرب یہ سوچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اس نبوت، اس امت اور ان کی وساطت سے اس مملکت کو اسلام سے کیا نسبت ہے؟ جن عربوں نے عجمی فقہا کو تسلیم نہیں کیا وہ ایک ہندوستانی یا پاکستانی نبی پر کیسے راضی ہوسکتے ہیں۔جس سے اسلام کے تصور حیات اسلام کے تصور سیاست اور اسلام کے تصور وحدت کا پورا کارخانہ درہم برہم ہوجاتا ہے۔

آغا صاحب نے کہا کہ قادیانی غیر عرب مسلمان ریاستوں کے مابین اپنے وجود سے ایک دوسری اسرائیلی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے حکومت کی اہم کلیدی اسامیوں پر قبضہ کررکھا ہے۔ ملک کی صنعتی ترقی پر اپنے تناسب سے بڑھ کر قابض ہیں۔ اکثر مالیاتی اداروں پر ان کا تصرف ہے اور ان شعبوں میں کثرت سے داخل ہوچکے اور ہورہے ہیں جن کے ہاتھ میں ملک کی حفاظت اور مدافعت ہوتی ہے۔

## صدر ایوب سے گزارش

آغا صاحب نے فرمایا: میں صدر مملکت سے گذارش کرتا ہوں کہ اس جماعت کی کڑی

نگرانی رکھیں اور اس امر کی تحقیق کرائیں کہ:

۱...... کیا مرزائی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۲...... کیا یہ دوسرا اسرائیل اپنے وجود سے قائم کرنے کے متمنی ہیں۔

۳...... ان کا علاقہ مغرب کی استعماری طاقتوں کے ساتھ تو نہیں؟ ان کے مشن مختلف ملکوں میں تبلیغ کرتے ہیں یا کچھ اور فرائض واحکام بجالاتے ہیں؟

۴...... ان صراحتوں اور وضاحتوں کی موجودگی میں کیا یہ بات غور طلب نہیں کہ کشمیر سے ان کی دلچسپی اپنی ریاست قائم کرنے کے مفروضہ پر ہے۔

۵...... جنرل گریسی نے کشمیر کے جہاد میں اوّلاً، پس وپیش کیا۔ ثانیاً، قائداعظمؒ کے احکام سے اختلاف کیا۔ ثالثاً، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو مطلع کیا۔ لیکن تعجب ہے کہ کمانڈر انچیف افواج پاکستان کی حیثیت میں قادیانیوں کی فرقان بٹالین کو خوشنودی اور سپاس کا خط لکھا۔ یہ خط اس تاریخ احمدیت کے ص ۶۷۴ پر درج ہے۔ کیا پاکستان میں مسلمانوں کی کسی بھی دوسری جماعت کی رضا کارانہ تنظیم کو آج تک یہ خصوصیت حاصل ہوئی ہے؟

۶...... کیا یہ صحیح ہے کہ جولائی اگست ۱۹۶۵ء میں قادیانی جماعت کی طرف سے اس مفہوم کا پمفلٹ تقسیم کیا گیا کہ مسیح موعود کے پیروکار ہی کشمیر فتح کریں گے۔ یہ ان کے الہام اور مرزا بشیرالدین محمود کی پیش گوئی کو سچا کرنے کی ایک جسارت تھی؟

۷...... کیا شاستری کی موت بھی مرزا غلام احمد کے الہامات کا حصہ قرار دی گئی اور اس ضمن میں پمفلٹ شائع کیا گیا۔ اس پمفلٹ کو خود میں نے دیکھا اور پڑھا ہے۔

۸...... کیا یہ صحیح ہے کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے اپنی پیش گوئیوں کی اصل پر ڈاکٹر جاوید اقبال کی معرفت بیرون پاکستان سے ایک پیغام بھیجا تھا۔

آغا صاحب نے ان اشارات کو بیان کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ جن لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی طرف سے پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اور سبھی کچھ ہوسکتا ہے۔ لیکن مرزائی اپنی حکومت کسی علاقے پر قائم نہیں کر سکتے اور نہ ہم ان کی عیاریوں کو پنپنے کا موقع دے سکتے ہیں۔ البتہ صدر مملکت سے یہ التماس ضرور ہے کہ وہ اس فرقہ ضالہ کے سیاسی ہتھکنڈوں سے باخبر رہیں۔ جس جماعت کے پیروکار محمد عربی ﷺ کے مقابلہ میں ایک فرضی نبوت کے داعی ہوسکتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی قومی وحدت یا دینی عمارت کو نقب لگاتے ہوئے عار محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ان شواہد ونظائر کی موجودگی میں حکومت پاکستان اور صدر مملکت کے کب اور

کہاں وفادار رہ سکتے ہیں۔ ان کا موجودہ شعار صدر مملکت کو جمہور المسلمین سے برگشتہ کرنا اور ان کے فعال عنصر کے خلاف تہمتیں جڑ کے مخبریاں گھڑنا ہے۔ انہیں جو تحفظات اس وقت حاصل ہیں وہ ایک ایسا حصار ہے جس میں وہ محفوظ ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر اپنے ترکش کے زہر میں بجھے ہوئے تیر چھوڑتے رہتے ہیں۔ تاکہ کسی دن منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۱۹، مورخہ ۸ مئی ۱۹۶۷ء)

## ۲...... قادیانی ایک سیاسی امت ہیں، ہم ان سے غافل نہیں رہ سکتے ہیں

ہم قادیانی امت کی عزت وآبرو کے دشمن نہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے پاکستان کی اس اقلیت کی حفاظت ہمارا اسلامی فرض ہے اور اس فرض سے ہم کسی حالت میں بھی روگردانی نہیں کر سکتے۔ ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ:

۱...... قادیانی امت جب مسلمانوں سے مذہباً علیحدہ ہو چکی ہے اور اس نے اس کا فیصلہ خود کیا ہے تو پھر وہ سیاستہً مسلمانوں میں کیوں رہ رہی ہے۔ سیدھا سادا سوال ہے۔ قادیانی خلیفہ ثالث اس کا جواب مرحمت فرمائیں کہ جو مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور نہ اس کی ضرورت کے قائل ہیں کیا وہ ان کے نزدیک مسلمان ہیں اور مرزا قادیانی کے انکار سے وہ کافر نہیں ہو جاتے۔ اگر وہ کافر ہو جاتے ہیں تو پھر سواد اعظم میں قادیانی امت کس اصل کی بناء پر شامل رہنا چاہتی ہے۔ کیا یہ ایک سیاسی ہتھکنڈہ نہیں؟ ہم اسی سیاسی فریب کا طلسم توڑنا چاہتے ہیں۔

۲...... دوسری گذارش یہ ہے کہ اس جماعت کے پیروکار مسلمانوں کی ان مقدس اصطلاحوں کو اپنے رہنماؤں اور اپنی جماعت سے منسوب نہ کریں۔ جو لفظ ومعنی کے اعتبار سے حضور سرور کائنات ﷺ، ان کے صحابہؓ اور ان کے اہل بیتؓ کے لئے تاریخ دینیات میں مخصوص ہو چکے ہیں۔ اس سے جمہور المسلمین کی دلآزاری ہوتی ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد کی بیویوں کو امہات المؤمنین کہنا، کسی صاحبزادی کو سیدۃ النساء کا لقب دینا اور مرزا بشیر الدین محمود کی والدہ کو ''ملکہ دوجہاں'' لکھنا ہمارے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے۔ اسی طرح خاندان کے افراد میں سے کسی کو قمر الانبیاء کہنا۔ کسی کو خلیفہ راشد لکھنا پھر اس کو خلفائے راشدین میں کسی ایک ''خصوصیت'' کی بناء پر افضل قرار دینا اس قسم کی گستاخیاں ہیں کہ طبیعت کو طیش آتا ہے۔ جب مرزا قادیانی کے پیروکار اپنی انفرادیت کو نمایاں کرنے کے لئے اپنا کیلنڈر بھی علیحدہ کر چکے ہیں تو انہیں خاندان

نبوت ہی کے اثاثہ پر ڈاکہ ڈالنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی ہے۔ کیا اس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور بھی ہے کہ قادیانی اقلیت میں ہیں اور وہ سیاستہً مسلمانوں میں رہ کر اپنے اقتدار کے لئے بال و پر پیدا کر رہے ہیں۔

۳...... تیسری بات جس کا محاسبہ نہایت ضروری ہے وہ قادیانی امت کے اعمال وافکار کی سیاسی نگرانی ہے۔ کیونکہ ہم یقین سے اس امت کو عجمی مسلمانوں کے مابین ایک عجمی اسرائیل خیال کرتے ہیں۔ جس کا احساس اس وقت مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی سیاسی قیادت کو نہیں ہے۔

ان تین چیزوں کے علاوہ ہمیں مرزائی امت کے تعاقب سے کوئی سروکار نہیں۔ ماجُیر شما بسلامت، ہمارے صفحات گواہ ہیں کہ ہم نے ان پر کبھی ذاتی حملہ نہیں کیا، حالانکہ تاریخ محمودیت موجود ہے اور اس کے مصنف و مؤلف بھی زندہ ہیں۔ ہم نے کبھی کسی فرد کا نام لے کر اس کے ذاتی چال چلن پر بحث نہیں کی۔ ہم بدزبانی کو گناہ سمجھتے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جب کبھی چٹان میں اس جماعت کا سیاسی محاسبہ ہوا ہے قادیانی امت کے بعض ناقوس پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ دلیل کا جواب دلیل سے نہیں دیتے اور نہ اس سوال کا جواب مرحمت فرماتے ہیں جو ان سے واضح الفاظ میں دریافت کیا جاتا ہے۔

ایڈیٹر چٹان کو گالیاں دینا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو برا بھلا کہنا یہ کسی سوال کا جواب نہیں۔ اس ضمن میں ہمارا قادیانی دوستوں کو صحیح مشورہ یہی ہے کہ وہ ادب کو ملحوظ رکھیں۔ اگر انہیں یہ غلط فہمی ہے کہ اس طرح وہ مرعوب کر لیں گے یا گالی دے کر ان کی بات دلیل ہو جائے گی تو بہتر ہے کہ تصحیح فرمالیں۔ اس طرح کوئی شخص بھی قائل معقول نہیں ہو سکتا ہے۔

سوال ان کے دین پر کیا جاتا ہے۔ جواب وہ سیاست سے دیتے ہیں۔ بجائے خود یہی دلیل بس کرتی ہے کہ مرزائی امت اصلاً ایک سیاسی جماعت ہے جو سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک مدت سے مسلمانوں کی وحدت میں سرنگ لگا رہی ہے۔ غور کیجئے مسئلہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی نبوت اور ان کے پیرووں کی امت مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ وحدت کو تاراج کر رہی ہے۔ سوال علامہ اقبالؒ نے اٹھایا تھا۔ لیکن جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تحریک پاکستان کے مخالف تھے۔ ایڈیٹر چٹان نے مسلم لیگ کی سیاسی بیعت نہیں کی تھی۔ جواب اس سطح پر بھی ہو سکتے ہیں اور یہ سطح کوئی بلند نہیں۔ لیکن ان جوابات میں جو دراصل الزامات ہیں ان سوالات کا جواب کہاں ہے۔ جن کا اطلاق مرزا قادیانی کی نبوت اور ان کے جانشینوں کی سیاست پر ہوتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تحریک پاکستان میں نہیں تھے۔ ایڈیٹر چٹان کو بھی اعتراف ہے کہ اس نے مسلم لیگ میں کبھی شمولیت نہیں کی۔ لیکن یہ کوئی دینی بغاوت نہیں؟ اور نہ اس پر کسی فرد سے عفو خواہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ دو ذہنوں کے سیاسی رجحان کا مسئلہ تھا۔ جو پاکستان بن جانے کے بعد ختم ہو گیا۔ اب جو پاکستان میں ہے وہ پاکستان کا وفادار اور جانثار نہیں تو گردن زدنی ہے۔ لیکن عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ایڈیٹر چٹان کا سیاسی جرم اس جرم کے مقابلہ میں کوئی جرم ہی نہیں۔ قادیانی امت نے اسلام سے بغاوت کر کے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ مسلم لیگ میں شامل نہ ہونے یا قائد اعظمؒ کی سیاسی قیادت کو اس مرحلے میں تسلیم نہ کرنے کی اسلامی تعزیرات میں کوئی سزا نہیں اور نہ قرآن کے تصور توحید و رسالت کو ضعف پہنچتا ہے۔ لیکن جن تصورات پر قادیانی امت کی بنیاد ہے۔ پاکستانی تعزیرات میں اس کی سزا بے شک نہ ہو۔ جیسا کہ نہیں ہے ہم پاکستان کی حکومت سے اس تعزیر کا مطالبہ نہیں کرتے۔ لیکن اس خواہش کا اظہار ضرور کرتے ہیں کہ وہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرتے ہوئے انہیں ایک اقلیت قرار دے۔

بتایئے اس میں خوفزدہ کرنے کی کیا بات ہے۔ اپنے حدود کی حفاظت کرنا جرم ہے؟ پاکستان کی سرحدوں پر فوج رہتی ہے کس لئے صرف اس لئے کہ ان کی حفاظت ہوتی رہے اور کوئی بدبخت انہیں پامال کرنے کی جسارت نہ کرے؟ کیا اسلام کی سرحدوں کا محافظ ہونا جرم ہے۔ کس ضابطہ کی رو سے؟ اور وہ کون سی رواداری ہے جو ان سرحدوں کو خطرے میں ڈالنے کی اجازت دیتی ہے؟

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے علامہ اقبالؒ نے کیا تھا۔ وہ احراری نہیں تھے۔ سر مرزا ظفر علیؒ جج لاہور ہائی کورٹ نے یہی آواز اٹھائی۔ انہیں بھی کوئی شخص احراری نہیں کہہ سکتا۔ مولانا ظفر علی خانؒ مسلم لیگ میں تھے۔ عمر بھر مرزائی امت کا تعاقب کرتے رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کلمۃ الحق بلند کیا۔ انہیں احرار سے کبھی واسطہ نہیں رہا۔ الیاس برنیؒ احراری نہیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی احراری نہیں لیکن ان کا متفقہ محاسبہ موجود ہے۔

مرزائی کب تک اپنے مسئلہ کو احرار کے سیاسی ماضی کی آڑ میں ملت اسلامیہ کے احتساب سے بچا سکیں گے؟ یہ بات انہیں بھی معلوم ہے کہ مسئلہ اسلام کا ہے۔ احرار کا نہیں۔ مسئلہ مسلمانوں کا ہے کسی گروہ کا نہیں؟

مرزائیوں کو غلط فہمی ہے کہ مسلمانوں کا محاسبہ کمزور پڑ جانے سے وہ پھر ایک طاقت بن

گئے ہیں یا بن رہے ہیں۔ بیشک انہیں اس وقت حکومت کے مختلف دوائر میں اپنی تعداد میں سے بہت زیادہ نمائندگی حاصل ہے۔ پاکستان میں ان کے پاس کلیدی آسامیاں ہیں اور ان کی متعاقب جماعتیں اس لحاظ سے طاقتور نہیں۔ یہی غرّہ تھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے اس دفعہ ربوہ کے سالانہ اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہاں ہے عطاء اللہ شاہ، کہاں ہیں ظفر علی خاں؟ غالباً انہیں اپنی موت یاد نہیں؟...... خداوند تعالیٰ کی رحمت ان دو بزرگوں کے۔لئے بہشت کے دروازے کھول چکی ہے اور یہ کہنا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ مرزا بشیر الدین محمود کہاں ہیں۔ علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ نے بہاولپور کے تاریخی مقدمہ میں قادیانی جماعت کے ابوالعطاء جالندھری سے جو کہا تھا کیا چوہدری ظفر اللہ خان اس نظارہ کی تاب لا سکتے ہیں؟ ہم اس تو تکار میں الجھنا نہیں چاہتے۔ ورنہ اللہ کی رضا اور حضور ﷺ سے عشق دو ایسی نعمتیں ہیں کہ ہر خوف اور ہر طاقت سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہماری گرفتاری میں مرزائیوں کا بھی ہاتھ تھا۔ بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ۔ ہمیں اس حقیقت کا بھی اندازہ ہے کہ مرزائی افسر ہمارے خلاف پخت و پز کرتے ہی رہتے ہیں۔ ہمارے کانوں تک یہ خبر بھی پہنچ چکی ہے کہ گذشتہ ایک ماہ سے مرزائی ہمارے بارے میں کیا صلاح مشورے کر رہے ہیں اور ان کے نہاں خانۂ دماغ میں کیا کچھ ہے۔ ہم سازشیوں کے چہروں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن ہم ان میں کسی کو لائق مخاطبت نہیں سمجھتے؟ بے شک کوئی ہفتہ وار سب وشتم کرتا رہے یا کوئی گروہ اپنے بغض کی بناء پر ژاژ خائی پر اتر آئے۔ ہم یہ فرض ہر حال میں انجام دیتے رہیں گے کہ صدر مملکت کو اس جماعت کے سیاسی عزائم سے مطلع کریں؟ اور مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کو بتاتے رہیں کہ نقاب پوش جماعت کا باطنی لائحہ عمل کیا ہے؟ اس کا انحصار خود اس جماعت کے قادیانی وغیر قادیانی گماشتوں پر ہے کہ وہ کس لہجہ میں گفتگو پسند کرتے ہیں۔ جو زبان اور انداز وہ اختیار کریں گے ٹھیک اسی کے مطابق انہیں جواب ملے گا۔ البتہ ہم قانون واخلاق کی حدوں سے کسی مرحلہ میں بھی دستبردار نہیں ہونا چاہتے۔ مولانا ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی رحلت کے بعد ان کا مشن ختم نہیں ہو گیا۔ ان کے جانشین ابھی بفضل تعالیٰ زندہ ہیں۔ پھر یہ مولانا ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہی کا مشن نہیں یہ مشن سرور کائنات ﷺ کے ننگ وناموس کا مشن ہے۔ مولانا ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس مشن کے خدمت گار تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ابد تک ناموس رسالت ﷺ (فداہ امی وابی) کی حفاظت مطلوب ہے۔ وہ اس کے لئے ہر دور میں خدمت گار پیدا کرتے رہے اور آئندہ بھی کرتے

رہیں گے۔ یہ ان کے محبوب کی ختم المرسلینی کا سوال ہے اور سوال اتنا ہے کہ یہ تمغہ خدمت کس کس کے حصہ میں آتا ہے؟

علامہ اقبال نے جس رخ اور پہلو سے اس جماعت کا محاسبہ کیا پھر جس فراست ودانائی سے ان کے احوال وآثار اور مقاصد وعوامل کا تجزیہ فرمایا وہ قادیانی امت کی صحیح نشاندہی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ علامہ اقبالؒ کے خطوط پر قادیانی امت کا محاسبہ جاری رکھا جائے اور چند اصحاب علم ونظر کی ایک جماعت ایسی ہو جو قادیانی مذہب کے سیاسی مضمرات سے حکومت اور عوام دونوں کو آگاہ کرتی رہے۔ جن خطرات کو ہم دیکھ رہے ہیں ان کے پیش نظر فی زمانہ سب سے بڑی تبلیغ یہی ہے۔ اس غرض سے ایڈیٹر چٹان مختلف مکاتیب فکر کے راہنماؤں کو مدعو کر رہے ہیں۔ باہمی گفتگو کے بعد ہی بتایا جاسکتا ہے کہ حاصل گفتگو کیا رہا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۳، مورخہ ۵؍جون ۱۹۶۷ء)

## ۴...... انگریزوں کی شخصی یادگار، سرظفر اللہ خاں

اے پ اور رائٹر کے حوالے سے ۳؍نومبر ۱۹۶۷ء کی خبر ۴؍نومبر کے پاکستانی اخبارات میں اس کا ترجمہ اپنے قلم سے نہیں بلکہ خاص سرکاری اخبار، روزنامہ مشرق سے اس کے صفحہ اوّل پر تین کالمی شہ سرخی کے ساتھ ’’کیپ ٹاؤن کے پینتیس ہزار مسلمانوں نے سرظفر اللہ کا بائیکاٹ کردیا‘‘ متن ہے۔

پریٹوریا ۳؍نومبر (اے پ۔ رائٹر) عالمی عدالت کے جج سرمحمد ظفر اللہ جنوبی افریقہ کے مختصر دورے پر آج جب کیپ ٹاؤن پہنچے تو یہاں کے ۳۵ ہزار مسلمانوں نے ان کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ سرظفر اللہ کے بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ گذشتہ دنوں مقامی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے مشترکہ اجلاس میں کیا گیا۔ مقامی مسلمانوں نے جو سرظفر کے احمدیہ فرقہ کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے اس بات پر بھی نفرت کا اظہار کیا ہے کہ سرظفر اللہ نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا۔ حالانکہ پاکستان نے آج تک اس ملک سے سفارتی تعلقات قائم نہیں کئے ہیں۔ وہ (پاکستان) جنوبی افریقہ سے بائیکاٹ کے فیصلہ میں ابتداء ہی سے شامل ہے۔ سرظفر اللہ کیپ ٹاؤن پہنچے تو مسلمانوں نے اپنے فیصلہ کے مطابق ان کا بائیکاٹ کیا۔ سرظفر اللہ یہاں جس ہوٹل میں ٹھہرے وہ صرف گورے لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ انہوں نے آج جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ کے چیف جج سرکلٹائن کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ جس میں کہا کہ جنوبی افریقہ کی

حکومت نے ان کے ساتھ جو دوستانہ سلوک کیا وہ اس سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور وہ پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان تعلقات بہتر بنانے کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کریں گے۔

ظفر اللہ خان اس سے قبل جوہنسبرگ قیام کر چکے ہیں۔ جہاں شہر کے گورے میئر نے ان کے اعزاز میں دعوت دی تھی۔ کیپ ٹاؤن میں احمدیہ فرقہ کے ایک سرکردہ راہنما شیخ ابوبکر نجار نے ظفر اللہ خان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا ہے جس میں ممتاز گورے شہریوں کے علاوہ بعض سیاہ فام باشندوں کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔

اس پر کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟ خبر خود بول رہی ہے کہ اس کے مضمرات کیا ہیں؟

۱...... اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ظفر اللہ خان جس جماعت کے سفیر ہو کر بیرونی ملکوں میں پھر رہے ہیں اس کی حقیقت دنیا بھر کے مسلمانوں پر آشکار ہو رہی ہے۔ کیپ ٹاؤن کے مسلمانوں نے اپنے جس عقیدہ کا اعلان کیا پھر اس ضمن مقاطعہ کا جو فیصلہ کیا وہ نہ صرف اسلام کے لئے دل کی آواز ہے بلکہ ہم پاکستانی مسلمان بھی اجتماعی طور پر ان کے شکر گزار ہیں کہ جس آواز کا یہاں آغاز ہوا تھا وہ ہر اس مقام تک جا پہنچی ہے۔ جہاں کوئی سا مسلمان رہ رہا ہے۔ بحمد اللہ کہ بیرونی ممالک کے مسلمانوں نے بھی پاکستانی مسلمانوں کے اس دینی ابتلاء کو محسوس کیا ہے۔

۲...... جس زمانہ میں خلیفہ ناصر یورپی ملکوں کے دورہ پر روانہ ہوا ہم نے انہی دنوں لکھا تھا کہ عربوں کی پسپائی کے فوراً بعد خلیفہ ناصر کا یورپ اور امریکہ جانا خالی از مصلحت نہیں۔ ہماری آواز غالباً صدر مملکت تک نہیں پہنچی اور نہ ان لوگوں نے توجہ دی جو اس وقت اقتدار کی مسند پر فروکش ہیں۔ الٹا ہمیں روک دیا گیا کہ ہم تین ماہ تک لاجونتی کے اس پودے کو نہ چھیڑیں۔ ہمارا تعاقب جاری رہتا تو خود حکومت پاکستان کے لئے مفید ہوتا۔ ہم اس کو بتا سکتے کہ اس سفر کا مقصد کیا ہے اور جہاں جہاں ناصر قدم رکھتا ہے وہاں وہاں کیا ہوتا ہے۔

عربوں کی شکست کے زمانہ میں ناصر قادیانی کا یورپ جانا ہمارے لئے مفید ثابت نہیں ہوا۔ لگے بندھوں نے ناصر کو پاکستان میں مسلمانوں کے دینی پیشوا کی حیثیت سے، پیش کیا۔ ناصر قادیانی سے سوال کیا گیا کہ عربوں اور اسرائیل کی حالیہ جنگ کے متعلق اس کا ردعمل کیا ہے؟ تو وہ طرح دے گیا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ناصر خود نہیں گیا۔ بلکہ اس کو بلوایا گیا تھا کہ وہ یہ تاثر قائم کرے کہ

عربوں کا مسئلہ محض عربوں کا مسئلہ ہے۔ اسلام کا مسئلہ نہیں۔ ناصر کو ذلیل ٹھہرایا گیا کہ سارے مسلمان اس سانحہ سے مضطرب نہیں ہیں۔

۳...... اب ظفر اللہ خان نے جنوبی افریقہ کا دورہ فرما کر سیاسی طور پر پاکستان کی پوزیشن خراب کی ہے۔ حالانکہ کسی لحاظ سے بھی وہ مجاز نہیں تھے۔ نہ انہیں پاکستان کی نمائندگی حاصل ہے۔ نہ پاکستان کی حکومت نے انہیں ترجمان مقرر کیا۔ نہ ان سے اس امر کی خواہش کی کہ وہ جنوبی افریقہ جائیں۔ کیا وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے مسلمانوں کا اسلام باقی ممالک کے اسلام سے مختلف ہے؟ انہوں نے کس بوتے پر یہ کہا کہ وہ پاکستان اور جنوبی افریقہ کے تعلقات بہتر بنانے کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کریں گے۔ پاکستان کی جنوبی افریقہ سے کشیدگی کیا ہے؟ اپنی بنیادوں پر کوئی نہیں بلکہ نسلی امتیاز ہے جو جنوبی افریقہ کے گوروں کے رگ وریشہ میں دوڑ رہا ہے۔ جس کی بارہا مذمت کی گئی۔ تمام افریقہ اور تمام ایشاء بلکہ یورپ کے بیشتر ممالک بھی جس کے خلاف آواز اٹھاتے رہے ہیں۔ لیکن جنوبی افریقہ کے گوروں کی جوں تک نہیں رینگی۔ پھر یہ بھی ایک واقعی امر ہے کہ افریقی ممالک کی نشاۃ ثانیہ جس سرعت سے ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف جنوبی افریقہ مرحوم نوآبادی نظام کا ایک استعماری اڈہ ہے۔

ظفر اللہ خان کا وہاں جانا اور چوہدری بننا اس کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ وہ استعمال کی حسب منشاء اب تک کھیل رہے ہیں۔ انہیں پاکستان اور ہندوستان سے انگریزوں کے آنجہانی ہو جانے کی خلش ہے اور وہ مرحوم دنوں کو یاد کر کے اب خاص فرائض ملک سے باہر سرانجام دینے میں مشغول ہیں؟ ان کی جماعت کیونکہ فراموش کر سکتی ہے کہ انگریز ان کے مربی و محسن تھے۔ وہ اسے پیدا کر کے حالات کے حوالے کر گئے ہیں۔ اس حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا کہ قادیانی جہاں تہاں ہے برطانوی ملوکیت کا ایجنٹ ہے اور یہ چیز اس کے خون سے خارج نہیں ہو سکتی ہے۔

آخر ظفر اللہ خان نے جسارت کیسے کی ایک واضح اور معلوم فیصلے کے ہوتے ہوئے جنوبی افریقہ کی حکومت کا مہمان ہو؟

۴...... خبر میں کہا گیا ہے کہ ظفر اللہ خان جس ہوٹل میں ٹھہرے وہ صرف گوروں کے لئے مخصوص ہے۔ تعجب ہے کہ جنوبی افریقہ کے گوروں کی اتنی سرعت سے ماہیت قلب ہو گئی اور وہ بھی اس دور کے شہزادہ گلفام سر ظفر اللہ خان کے لئے جس کی صورت میں گورے پن کی کوئی سی جھلک ہی نہیں ہے۔

پھر چیف جسٹس نے کھانے پر مدعو کیا۔ ظفر اللہ خان حکومت کے حسن سلوک سے متاثر

بھی ہوئے۔آ خر۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ہم بڑے ادب کے ساتھ یہ بات پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور جب تک ہمیں دوبارہ روکا نہیں جاتا۔ یہ کہنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ پاکستان گورنمنٹ، صدر مملکت اور صوبہ کے حاکم اعلیٰ قادیانی جماعت کے ارادوں سے مطلع رہیں۔ یہ لوگ ایک خاص دن کے لئے کام کررہے ہیں۔وہ دن اوراس کا تصوران کے نہاں خانہ دماغ میں بسا ہوا ہے۔اگر ہم نے ان سے اغماض کیا تو نتائج نکلنے پر ہمیں پچھتانا ہوگا۔اسلام اور پاکستان کی تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ظفر اللہ خان بیرون ملک اپنے آقایان ولی نعمت سے بخت وپز کر کے پاکستان میں اپنی جماعت کے لئے سپر بنا ہوا ہے اوراس کی جماعت ملک میں ایک عجمی اسرائیل پیدا کرنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰،ش ۴۶،مورخہ ۱۳ /اکتوبر ۱۹۶۷ء)

## ۴......اقبال سے بغض کی بناء پر نہرو کا استقبال

قادیانیت کا ایک لاہوری متنبّی آج کل ہمارے خلاف، خانہ ساز نبوت کی ٹکسالی زبان مظاہرہ کررہا ہے۔ بزعم خویش اس نے ہمیں نہرو کا پیشہ ور ایجنٹ لکھ کر مصلح موعود کی قبر پر فاتحہ پڑھی ہے۔

حقیقت حال کیا ہے؟ روزنامہ الفضل کا اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔آپ کو معلوم ہوگا کہ علامہ سے عناد انہیں کہاں کہاں نہیں لے گیا؟ اوران کے شوق جبہ سائی پر کس آستانہ کی خاک نہیں ہے۔ اگر یہ حوالہ غلط ثابت ہوتو ہم ہر سزا وصعوبت کے حقدار ہیں۔ بلکہ جناب ابوالعطاء جالندھری کودس ہزار نقد چیرہ شاہی پیش کرنے کے لئے تیار۔(ادارہ)

’’لاہور ۲۹/اپریل۔آج حسب پروگرام پنڈت جواہر لال صاحب نہرو لاہور تشریف لائے۔ پنجاب پروانشل کانگریس کمیٹی کی خواہش پر (قادیانی جماعت کی) آل انڈیا نیشنل لیگ کورز کی طرف سے آپ کے استقبال کا انتظام کیا گیا تھا۔ چونکہ کانگریس نے صرف پانصد والنٹریوں کی خواہش کی تھی۔ اس لئے قادیان سے تین صد اور سیالکوٹ سے دوصد کے قریب والنٹر ۲۸/مئی کو لاہور پہنچ گئے۔قادیان کی کور دس بجے پہنچی۔گاڑی کے آنے پر جناب صدر آل انڈیا نیشنل لیگ اور قائد اعظم آل انڈیا نیشنل لیگ کورز موجود تھے۔پولیس کا بھی زبردست مظاہرہ تھا۔کانسٹیبلوں کی بہت بڑی تعداد کے علاوہ پولیس کے بڑے بڑے افسر بھی موجود تھے۔قادیان سے کارخاص کے سپاہی ساتھ آئے اور عصر تک ساتھ رہے۔احمدیہ ہوسٹل میں جہاں قیام کا انتظام

تھا۔ جناب شیخ بشیر احمد قادیانی ایڈووکیٹ لاہور صدر آل انڈیا نیشنل لیگ نے مختصر مگر برمحل اور برجستہ تقریر کی جس میں بتایا کہ آج ہم اپنے عمل سے ثابت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ آزادی وطن کی خواہش میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور ہم نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا سے ظلم وناانصافی کو مٹاناہے اور صحیح سیاسیات کی بنیاد رکھنی ہے۔ آپ لوگ اس موقعہ پر کسی صورت میں کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو سلسلہ کے لئے کسی طرح کی بدنامی کا موجب ہو۔ علی الصباح چھ بجے تمام باوردی والنٹر ز باقاعدہ مارچ کرتے ہوئے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہ نظارہ حد درجہ جاذب توجہ اور روح پرور تھا۔ ہر شخص کی آنکھیں اس طرف اٹھ رہی تھیں۔ استقبال کا تقریباً تمام انتظام کور ہی کر رہی تھی اور کوئی آرگنائزیشن اس موقعہ پر نہ تھی۔ سوائے کانگریس کے ڈیڑھ دو درجن والنٹریوں کے۔ اسٹیشن سے لے کر جلسہ گاہ تک اور پلیٹ فارم پر انتظام کے لئے ہمارے والنٹر ز موجود رہے۔ پلیٹ فارم پر جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب (قادیانی) بیرسٹر ایم۔ ایل۔ سی قائد اعظم آل انڈیا نیشنل لیگ کورز بہ نفس نفیس موجود تھے اور باہر جہاں آکر پنڈت جی نے کھڑا ہونا تھا۔ شیخ صاحب موجود تھے۔ ہجوم بہت زیادہ تھا۔ بالخصوص پنڈت جی کی آمد کے وقت مجمع میں بے حد اضافہ ہوگیا اور لوگوں نے صفوں کو توڑنے کی کوشش کی۔ مگر ہمارے والنٹریوں نے قابل تعریف ضبط ونظم سے کام لیا اور حلقہ کو قائم رکھا۔ پنڈت جی کے اسٹیشن سے باہر آنے پر جناب شیخ احمد صاحب (قادیانی) ایڈووکیٹ صدر آل انڈیا نیشنل لیگ نے لیگ کی طرف سے آپ کے گلے میں ہار ڈالا۔ کور کی طرف سے حسب ذیل موٹو جھنڈیوں پر خوبصورتی سے آویزاں تھے۔

1- BELOVED OF THE NATION WELCOME YOU.

☆...... محبوب قوم خوش آمدید۔

2- WE JOIN IN CIVIL LIBERTIES UNION.

☆...... ہم شہری آزادیوں کی انجمن میں شامل ہوتے ہیں۔

3- LONG LIVE TAWABER HAL.

☆...... جواہر لال نہرو زندہ باد۔

کور کا مظاہرہ ایسا شاندار تھا کہ ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ ایسا شاندار نظارہ لاہور میں کم دیکھنے میں آیا ہے۔ کانگریسی لیڈر کور کے ضبط وڈسپلن سے حد درجہ متاثر تھے اور بار بار اس کا اظہار کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ ایک لیڈر نے جناب شیخ صاحب

سے کہا کہ اگر آپ لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں تو یقیناً ہماری فتح ہوگی۔ پنڈت جی کے قیام گاہ کی طرف تشریف لے جانے پر کورز با قاعدہ مارچ کرتے ہوئے احمدیہ ہوسٹل میں آئیں اور وہاں جناب شیخ صاحب نے پھر ایک تقریر کی جس میں کوروالوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ آپ لوگ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ دنیا میں انصاف قائم کرنے اور ظلم وناانصافی کو مٹانے کے لئے ہر قربانی کرنا آپ کا فرض ہے۔

احمدیہ ہوسٹل میں کھانے کا بہت اچھا انتظام تھا۔ جس کے مہتمم بابو غلام محمد صاحب تھے۔ ماسٹر نذیر احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ احمدیہ ہوسٹل میں بھی مہمانوں کی اسائش کے لئے بہت کوشش کی۔ قادیان کی کورز ۲۹ کو نو بجے کی گاڑی سے واپس پہنچ گئیں۔''

(اخبار الفضل قادیان ج ۲۳ شمارہ ۲۷۸، مورخہ ۳۱ رمئی ۱۹۳۶ء)

## استقبال کی وجہ

''اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کر دیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کر دیں گے۔ جیسا کہ احرار نے کیا ہوا ہے تو اس قسم کا استقبال بے غیرتی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ قریب کے زمانہ میں ہی پنڈت صاحب نے ڈاکٹر اقبال صاحب کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیئے جانے کے لئے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گذشتہ رویہ کے خلاف ہے تو ایسے شخص کا جب کہ وہ صوبے میں مہمان کی حیثیت سے آرہا ہو ایک سیاسی انجمن کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے۔'' (ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۶، مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۶۷ء)

(میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج ۲۳ شمارہ ۲۸۷، مورخہ ۱۱ رجون ۱۹۳۶ء)

## ۵......عجمی اسرائیل

مدیر چٹان نے چنیوٹ میں جو تقریر کی ہے معلوم ہوا ہے اس سے مرزا قادیانی کی امت حد درجہ پریشان ہے۔ سب سے پہلے لاہور کا ایک ہفتہ وار قادیانی، مسلم ٹاؤن کے عبدالسلام خورشید کی شہ پر سامنے آیا۔ اس نے مغلظات بکنا شروع کیں۔ اصل بحث سے گریز کیا اور ٹاپنے لگا۔ چونکہ اس سے ہمکلامی ہمارے منصب سے فروتر ہے۔ لہٰذا ہم نے پہلے دن ہی سے اس کو مخاطب کرنا یا اس کی ژاژ خائی کا جواب دینا اپنی توہین سمجھا۔ الفضل نے

دیکھا کہ اس کالاہوری پٹھا لائق اعتنا ہی نہیں تو عجمی اسرائیل کا یہ ٹینک فوراً میدان میں آ گیا۔ اس نے اپنے ایشکول مرزا ناصر کے خوان استدلال کی خوشہ چینی کرتے ہوئے چار دن تک اپنی نبوت کے حق میں وہی کھڑاگ رچایا جو استعماری طاقتوں نے اسرائیل کے حق میں رچا رکھا ہے۔ اس کی ہموائی کو تل ابیب یعنی ربوہ کا الفرقان دیان بن کر نکلا ہے۔ جناب الوالعطاء جالندھری نے اٹھ صفحات میں زہر فشانی کی ہے۔

مدیر چٹان نے جو کچھ کہا۔ اس کی اساس علامہ اقبالؒ کے افکار پر تھی۔ بلکہ جن حوالوں کو ان تینوں نے اپنی جوابی حملے کی اساس بنایا ہے وہ تمام تر علامہ اقبالؒ کی تحریروں سے ماخوذ ہیں۔ لیکن خانہ ساز نبوت کے ان خوشہ چینوں کی بددیانتی کا شاہکار ہے کہ علامہ اقبالؒ کا نام نہیں لیتے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے احتساب سے ڈرتے ہیں۔ لیکن ان کی بنیاد پر شورش کاشمیری پر گالی گفتار کرتے ہیں؟ کیا اس کا نام دیانت ہے۔ شورش کاشمیری نے جو کچھ کہا وہ تمام علامہ اقبالؒ کے ارشادات ہیں۔ مثلاً:

۱...... قادیانی برطانیہ کے جاسوس اور اسلام کے غدار ہیں۔

۲...... ان کی تحریک اسلام کے خلاف بغاوت ہی نہیں بلکہ ان کا وجود یہودیت کا مثنیٰ ہے۔

۳...... مسلمانوں میں سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے شریک ہوتے۔ لیکن مذہباً ان سے الگ رہتے اور تمام دنیائے اسلام کو مرزا غلام احمد قادیانی کے انکار کی بنیاد پر کافر سمجھتے ہیں۔

۴...... حکومت کا فرض ہے کہ انہیں مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دے۔

شورش کاشمیری نے علامہ اقبالؒ کے ان نکات کی وضاحت میں تقریر کی، کوئی ایسا لفظ نہیں کہا جو محض الزام یا دشنام ہو۔ لیکن سارا قادیانی پریس اس پر چلا اٹھا اور لگاتار چلا رہا ہے کہ: ”ان دنوں گذرے ہوئے احرار کی نمائندگی ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر شورش کاشمیری کر رہے ہیں۔“

ابوالفضل نے ایڈیٹر چٹان کو پسماندگان احرار کا سرخیل لکھا ہے۔ لاہوری ہفتہ وار کے توشہ خانے میں بھی بول و برواز ہے۔

سوال گندم جواب ریسماں۔ ایڈیٹر چٹان کو پسماندگان احرار ہونے پر فخر ہے۔ سوال یہ ہے کہ مرزائی پسماندگان انگریز میں سے ہیں یا نہیں؟ مرزا غلام احمد کی تحریریں اس پر شاہد ہیں؟ پھر مرزائی اس کا اعتراف کیوں نہیں کرتے؟

پہلے اپنے ''پیغمبر'' کے فرمودات کی تردید کریں پھر احرار پر تعریضاً قلم اٹھائیں۔ اپنے عیب کو چھپانے کی انوکھی منطق ہے کہ دوسروں کو گالی دی جائے۔ کیا اس نبوت اور اس خلافت پر مرزائی امت کا دارومدار ہے؟

علامہ اقبالؒ کے بارے میں فرمایئے کہ ان کے ارشادات پر آپ کے جوابات کیا ہیں؟ شورش کاشمیری اس وقت احرار کی نہیں اقبالؒ کی نمائندگی کر رہا ہے۔ جواب مرحمت فرمایئے! جواب میں گالی دینا شیوۂ شرفاء نہیں۔ ذرا تاریخ محمودیت پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ پھر سوچئے کہ آپ میں کسی شخص کو گالی دینے کا حوصلہ ہے؟

ابوالعطاء صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ ہم اس کا مکمل جواب تو شمارہ آئندہ پر اٹھا رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس شمارے میں عربوں پر فتنہ اسرائیل کی یلغار کا تذکرہ تفصیل سے ہو گیا ہے۔ لیکن دو چار باتیں زیر قلم تحریر میں عرض کرنی ضرور ہیں۔

اوّلاً...... مرزائی قلمکار جو سلطان القلم کے تلامذہ ارشد ہیں۔ تحریر میں شرافت پیدا کریں۔ ورنہ جس لہجہ میں انہوں نے گفتگو شروع کی ہے اس کا جواب دیا گیا تو بہشتی مقبرے کی ہڈیاں پٹخنی شروع ہو جائیں گی اور چوہدری ظفر اللہ خان کی سیرت سے گلستان کا باب پنجم نکال کر شیزان ہوٹل کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

ثانیاً...... عاجزی ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جن میں انکسار ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی دینی بصیرت ایک خود ساختہ عمارت ہے جس میں نہ فہم قرآن کی گہرائی ہے اور نہ ادب وانشاء کی گہرائی۔ ان کا مجموعہ شعر درثمین شاعرانہ عیوب کا مرقع ہے۔ جو شخص شاعرانہ محاسن نہیں رکھتا اس میں ''پیغمبرانہ محاسن'' کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں؟

آج تک ایک مرزائی بھی ایسا نہیں جس کو قدرت نے شاعری کا صحیح ذوق دیا ہو یا جس کو انشاء پر قدرت ہو یا جو اردو، عربی، فارسی کی چند سطریں صحیح لکھ سکتا ہو۔ بفضل تعالیٰ ایڈیٹر چٹان ہر مرزائی مصنف، شاعر اور مبلغ کی تحریر وتقریر میں زبان وبیان کے اعتبار سے کئی پشتوں تک اصلاح دے سکتا ہے۔

ثالثاً...... ہمیں معلوم ہے کہ مرزائی افسروں کی لادین کھیپ سے رابطہ پیدا کر کے خفی وجلی بنیادوں پر جھوٹی رپورٹیں اور بے اصل تبصرے کرانے کے عادی ہیں۔ منیر انکوائری رپورٹ میں سی آئی ڈی کے مراسلے اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ ہماری گرفتاری میں بھی بروایت ان مرزائی افسروں کی ذریت کا ہاتھ تھا۔ اب بھی ان کی تگ ودو کا سارا انحصار اس پر ہے کہ اپنے مذہبی

پاکھنڈ کو سیاسی ہتھکنڈوں سے جاری رکھیں اور ان عناصر کے خلاف ژاژ خائی کر کے پہلو بچاتے رہیں جو ان کی طرح برطانوی سرکار کے گماشتے نہیں تھے۔ جنہوں نے سامراج سے ٹکر لی اور آزادی کی جدوجہد میں قربانی اور استقامت کی شمعیں جلاتے رہے۔ مرزائیوں کا شعار ان شمعوں کو گل کرنا اور برطانوی سامراج کی خدمت بجالانا تھا۔ انہیں اب یہ ہتھکنڈے جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

رابعاً...... مرزائی اصل سے انحراف کر کے نقل پر اتر آتے ہیں۔ انہیں کذب وافتراء سے عار نہیں۔ احرار کے معاملہ میں لاہوری لے پالک اور اس کے چچیرے وخلیرے بھائی بڑی ڈھٹائی سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جھوٹ کا جواب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے اور فی زمانہ اس کا صحیح اطلاق غلام احمد کی امت پر ہوتا ہے۔

خامساً...... ابوالعطاء صاحب نے اپنے ویلکھیان کے آخر میں ہمیں تحریری مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ اوّل تو یہ تحریری مناظرہ خوب ہے۔ آمنے سامنے کے کیوں نہیں؟ کھل کے آئیے۔ مسلمانوں کے شہروں میں نہیں تو ہم ربوہ میں آنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ عام مسلمانوں کو بھی اس میں شریک ہونے کی اجازت ہو۔ اس کے باوجود ہم تحریری مناظرہ کے لئے بھی تیار ہیں اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس کی صحت پر اصرار کرتے ہیں۔ اصل مسئلہ چند نکات کا نہیں پوری مرزائیت اور اس کے خدوخال کا ہے۔ بحث اس پر ہونی چاہئے کہ:

۱...... مرزاغلام احمد برطانوی حکومت کے خود کاشتہ تھے یا نہیں؟

۲...... انہوں نے برطانوی حکومت کی وفاداری پر مذہباً صاد کیا اور چاپلوسی کی حد تک چلے گئے۔

۳...... مرزائیت کے مشن صرف ان علاقوں میں قائم ہیں جہاں برطانوی نوآبادیاں رہی ہیں یا برطانوی اثرات موجود ہیں۔

۴...... مرزائیت نے اصل اسلام سے بغاوت کر کے مسلمانوں کی دینی وحدت کو تاراج کیا۔

۵...... مرزائی ایک مدت سے اپنی الگ ریاست قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

۶...... مرزائیت مسلمانوں کے سواد اعظم سے خارج ہے۔ اب ایک اور بات بھی سن لیجئے۔

یہ دو چار سوال ہیں۔ فرمائیے کیا جواب ہے؟

۱...... اسرائیل کی عربوں سے جنگ میں آپ کا کردار کیا رہا؟

۲...... آپ کا جو مشن اسرائیل میں تھا۔ اسلام کی اس مصیبت عظمیٰ پر اس کا رول کیا تھا؟

۳...... کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کے مشن نے اسرائیل کی فتح پر اسرائیل کے صدر کو مبارک باد دی؟
۴...... کیا آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ بیت المقدس میں اسرائیل کے داخلہ پر اس مشن نے عربوں کی اذیت میں اضافہ کیا اور انہیں گمراہ کرنا چاہا؟
۵...... کیا سبب ہے کہ صرف آپ کے مشن کو اسرائیل میں رہنے کی اجازت ہے؟ یہ مسلمانوں سے انقطاع کا باعث ہے یا مغلوب مسلمانوں میں برطانوی مقاصد اور اسرائیلی اغراض کی آبیاری کا حیلہ ہے؟
۶...... اس سے آپ انکار کر سکتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کی شکلیں بنا کر مسلمان ملکوں میں استعماری قوتوں کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۵، ۱۹/جون ۱۹۶۷ء)

## ۶...... مسیلمہ کے جانشین

ہمارا مخاطب لاہور کا لے یا لک ہفتہ وار جریدہ نہیں۔ وہ شوق سے ہمیں گالیاں دیتا رہے ہم نہ تو اس کو منہ لگائیں گے اور نہ اس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کی ہفوات پر قلم اٹھائیں۔ ہمیں مرزائیوں سے بحیثیت انسان کوئی تعرض نہیں۔ ایک پاکستانی کی حیثیت سے ہم ان کے وجود، ناموس اور آبرو کی حفاظت ملکی حکومت کے فرائض کا جز و غیر منفک سمجھتے ہیں۔ لیکن جس دن سے ہم نے اس جماعت کے سیاسی عزائم کا محاسبہ کیا اور حکومت سے درخواست کی ہے کہ ان پر کڑی نگاہ رکھے اس دن سے ربوہ کی خلافت کے تمام سرکاری بزرجمہر اپنے رسوخ واقتدار کے نیزے لے کر ہمارے جسم کو چھید کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ہمارے خلاف اندر خانہ محاذ باندھا جا رہا اور ہمیں صرف اس جرم میں سزا دلوانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ہم نے صدر ایوب کو ان کی فطرت اور سرشت کے احوال وآثار سے آگاہ کیا ہے۔

پھر سن لیجئے ہماری خواہش صرف اتنی ہے کہ:

۱...... مرزائیوں کو علامہ اقبالؒ کے فکر ونظر کی بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... انہیں روکا جائے کہ سرور کونین ﷺ، صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی مقدس اصطلاحات، القابات، خطابات اور فضائل ومناقب کو اپنے نام کے ساتھ استعمال نہ کریں۔ کیونکہ

یہ سرمایہ مسلمانوں کی محبوب ترین متاع ہے۔ جب قادیانی روزمانہ الفضل اس سرمایہ کا استعمال اپنے حلقہ بگوشوں کے لئے کرتا ہے تو مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کسی بیوی کو ام المومنین لکھنا اور کسی لڑکی کو سیدۃ النساء کہنا ہمارے نزدیک ہولناک جسارت ہے۔ ایک طرف دلجوئی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خلافت راشدہ کا تذکرہ تاریخ کے تعلیمی نصاب سے حذف کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف مٹھی بھر مرزائیوں کے ناقوس الفضل کو اذن عام ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسلمات کا استخفاف کرے اور اس سرمایہ اسلام کو ہتھیا تا رہے۔ جس پر محمد عربی ﷺ (فداہ امی وابی) کے اسلام کی اساس ہے۔ دلجوئی کے مقابلہ میں اس دل آزاری کا جواز کیا ہے؟

۳...... مرزائی ایک سیاسی تنظیم ہیں۔ ہم اپنی حکومت سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ ان کے حرکات واعمال سے باخبر رہے۔ فرمایئے ان گذارشات میں کوئی ایسی بات ہے جس سے قانون اور اس کی منشاء پر آنچ آتی ہو یا پاکستان کی اقلیت اور اکثریت کے مابین نفرت پیدا ہونے کا شائبہ ہو۔ ہماری گذارش کا مدعا یہ ہے کہ مرزائی نبوت کا کھڑاک رچا کر جس نفرت کو پیدا کر چکے ہیں۔ ان کے ایک علیحدہ اقلیت ہوجانے سے اس نفرت کا خاتمہ ہوجائے۔

علامہ اقبالؒ کی اس بارے میں قطعی رائے دیکھنی ہو تو اقبال اکادمی پاکستان کراچی کی تازہ کتاب ''انوار اقبال'' مرتبہ بشیر احمد ڈار اور پیش لفظ جناب ممتاز حسن کا ص۴۴ ملاحظہ فرمالیجئے۔ اصل خط چھاپ دیا گیا ہے۔ اس کا دوسرا پیرا کتابت میں غائب کردیا گیا ہے۔ لیکن متن میں من وعن چھپا ہوا ہے۔ مسیلمہ کے کذاب اور سزا کے جواز پر واضح اشارہ موجود ہے۔

یہ جرم ہے جس کی بناء پر مرزائی اپنے اقتدار ورسوخ کو استعمال کر کے چٹان اور ایڈیٹر چٹان کو سزا دلوانا چاہتے اور حکومت کے سربراہوں کو بدگمان کررہے ہیں۔ انہوں نے لاہور کے ہفتہ وار بچھڑے کو اسی غرض سے تیار کیا ہے۔ لیکن ہمارا اس سے کوئی مقابلہ نہیں۔ نہ ہمیں اس سے کوئی مشکلات ہے نہ ہم نے اسے لائق مخاطبت سمجھا۔ ہمارے صفحات میں اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا گیا۔ ہمارا حریف بلکہ مسلمانوں کا حریف الفضل ربوہ ہے۔ اس نے ہمارے خلاف سب وشتم کا انبار لگایا۔ اپنی پیدائش سے لے کر اب تک وہ مسلمانوں کے لئے دل آزاری کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر اس کو محفوظ رکھنے کے لئے کسی مرزائی گوشہ سے یہ فتنہ اٹھا کر چٹان زیر عتاب ہو، اور لاہور کا لے پالک برائے وزن بہت نتھی کیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ مرزائی چٹان کو اس لئے مٹانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اقبالؒ، ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تو موت کی آغوش

میں جا چکے ہیں۔ باقی ان کے خدنگ ناز کی چوٹ سے سہم گئے ہیں۔ صرف ایک چٹان ہے جس نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ اس کو مٹا کر پھر ان کے لئے سب اچھا ہو جائے گا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ اور قانون مطالع یہ نہیں سوچے گا کہ وہ ایک خانہ ساز نبوت کی حفاظت کے لئے نافذ نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے حدود میں مملکت کا استحکام اور اس کے لوازمات ہیں۔

ہم اس سے غافل نہیں کہ مرزائی ہمارے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ لیکن الفضل صحیفہ اقدس نہیں کہ اس کو عصمت مریم کا درجہ دے کر محفوظ رکھا جائے؟ اور مرزائی بزعم خویش مطمئن ہو جائیں کہ انہوں نے جیسا کہ وہ لکھ رہے ہیں علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خانؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ترکش کا آخری تیر بھی تڑوا ڈالا ہے۔ معاف کیجئے قانون کا مقصد مرزائیوں کی حفاظت نہیں۔ اس ملک میں اس دین اور قوم کی حفاظت ہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰ ش۲۸، مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۷..... الفضل کا لاہوری متنبّی

ہم کہتے ہیں کہ:

۱..... مرزائی غلام احمد نبی نہیں تھے۔ بلکہ متنبّی تھے۔ یہ ہماری رائے نہیں تمام دنیائے اسلام کے علمائے حق اس بارے میں فتویٰ دے چکے ہیں۔

۲..... ہم کہتے ہیں مرزائی جب مسلمانوں سے معاشرتی مذہبی طور پر الگ ہیں۔ یعنی وہ مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کے بغیر مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ نہ ان کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ نہ ان سے اپنی بیٹیوں کے نکاح کرتے ہیں تو پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں کیوں شامل ہیں؟

۳..... اسی بنیاد پر علامہ اقبالؒ نے انہیں ایک علیحدہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ ہم مملکت پاکستان کے گوشگزار کرتے ہیں۔

۴..... ہم کہتے ہیں کہ مرزائی ان اکابر امت کو برا بھلا نہ کہیں جو ان کی نبوت کا تعاقب کرتے رہے ہیں اور جنہوں نے اس مسئلہ میں علم و دین کی اساس پر انہیں فاش شکستیں دی ہیں۔

۵..... ہم کہتے ہیں کہ مرزائی خاندان رسالت کی مقدس اصطلاحیں مرزا غلام احمد کے خاندان پر چسپاں نہ کریں۔ کیونکہ جب وہ اپنی عورتوں کو ام المؤمنین لکھتے اور پیروؤں کو صحابہؓ کہتے تو ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۶..... ہم کہتے ہیں کہ مرزائی امت ایک سیاسی جماعت ہے۔ جس کو عجمی اسرائیل کا نام دینے سے مضمر خدشات واضح ہو جاتے ہیں۔

۷..... ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنے ہی الفاظ میں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔

۸..... ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے جانشین مرزا بشیر احمد بن محمود آنجہانی کے۔ رشحات قلم کا بہت بڑا حصہ اہانت رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دل آزاری کے باعث ضبط کر لینے کے قابل ہے۔

۹..... ہم کہتے ہیں مرزائیوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق سرکاری ملازمتوں اور اقتصادی دوائر میں حصہ دیا جائے۔ عام مسلمانوں کے حصہ میں سے نہیں۔

۱۰..... ہم کہتے ہیں مرزائیوں کی نگرانی کی جائے۔ کیونکہ ایک مدت سے ان کے دفاع میں قادیانی ریاست قائم کرنے کا خواب پرورش پا رہا ہے۔

۱۱..... ہم کہتے ہیں غیر ممالک میں ان کے جو مشن کام کر رہے ہیں انہیں روپیہ کہاں سے ملتا ہے اور کس اصل کی بنیاد پر ملتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ کا اعتماد نامہ انہیں کس کی سفارش یا ہدایت پر دیا گیا ہے۔

۱۲..... ہم کہتے ہیں کہ اسرائیل میں ان کا مشن کیسے قائم ہوا۔ اس کو روپیہ کون دے رہا ہے۔ اب جنگ کے زمانہ میں اس کی پوزیشن کیا ہے۔

۱۳..... ہم کہتے ہیں مشرقی پنجاب سے تمام مسلمانوں کا انخلا ہو گیا۔ لیکن مرزائی قادیان میں کس بنیاد پر رہ رہے ہیں۔ بھارت اور پاکستان میں جو جنگ ہوئی کیا اس وقت بھی یہ مرزائی وہاں موجود تھے اور ان کا مرکز ہدایت ربوہ اس کا خلیفہ ہی تھا۔ یا کسی اور مقام سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں؟

۱۴..... ہم کہتے ہیں کہ دو متحارب ملکوں میں ایک مذہبی جماعت کا بٹا ہوا وجود اور ربوہ پر قادیان کی فوقیت اپنا ایک خاص باطنی ضمیر رکھتی ہے۔ جس کا محاسبہ اشد ضروری ہے۔

۱۵..... ہم کہتے ہیں مرزائی حکام اپنی جماعت کے پیرووں کو ملک کے نظم و نسق میں مراعات ہی نہیں دیتے۔ بلکہ اپنے مذہب کی سہاتیا بھی کرتے ہیں۔

۱۶..... ہم کہتے ہیں کہ چوہدری ظفر اللہ خان استعمار کی شطرنج کا خاص مہرہ ہے۔

فرمایئے اس میں کوئی بات ایسی ہے جس کی تائید خود مرزائی کے لٹریچر سے نہ ہوتی ہو۔ اگر ہمارا دعویٰ غلط ہے تو ہم گردن زدنی اور اگر صحیح ہے تو اس پر جزبز ہونا اور سب و شتم کرنا کس

ضابطہ اخلاق کی رو سے جائز ہے۔ ہم گالی نہیں دے رہے۔ بلکہ گالی دینے والے کو کمینہ سمجھتے ہیں۔ ہماری کسی تحریر سے کوئی سا لفظ نکال کر دکھایئے جس پر دشنام کا اطلاق ہوتا ہو ہم نے جو حوالے دیئے ہیں ان کی تغلیط فرمایئے۔ پھر جو سزا بھی آپ تجویز کریں ہمیں عذر نہیں ہوگا۔ لیکن ہماری ان تحریروں اور تقریروں سے تلملا کر لاہور کے نمکن خوار نے جو لب ولہجہ اختیار کیا اور اپنے مرشد موعود کے انداز میں سب وشتم کی جو برکھا شروع کی ہے۔ وہ اس کی تعلیم وتربیت کا شاہکار ہے۔ ہمیں اس کے خلاف شکایت نہیں۔ کیونکہ اس کا وجود ہی اس ٹکسال میں ڈھلا ہوا ہے۔ الفضل کے اس لے پالک کا نام چٹان میں لکھنا اس کی عزت بڑھانا ہے۔ لیکن ہماری توہین ہو گی۔ لہٰذا ہم ربوہ کے خلیفہ ثالث سے یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے بارے میں یہی لب ولہجہ پسند کرتے ہیں۔ انہیں گوارا ہے کہ ہم تاریخ محمودیت کے حقائق شائع کریں۔ ہم سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ خلیفہ صاحب اپنے اس یک رخے کو لگام دیں۔ بصورت دیگر ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

اس ہفتگی میں پردہ زنگاری کے معشوق نے جو حوالے گھڑے ہیں اور متنبی کے الہامی لہجہ میں جو گالیاں تصنیف فرمائی ہیں تو بہ نہ کی گئی تو ان کا جواب ربوہ کے قصر خلافت کی غزلہائے رواں کو دیا جائے گا۔

ہمیں ہفتگی کے نقاب پوش اور عبدالسلام خورشید سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ ہم انہیں مرفوع القلم سمجھتے ہیں۔ خود چٹان بھی اس بحث میں نہیں آئے گا۔ البتہ منبر ومحراب اور کوچہ وبازار اس طلسم ہوشربا کے افسانوں سے گونجیں گے۔ جس کی تسوید وترتیب قدرت نے اس احقر کو سونپ دی ہے۔

مرزائی اگر یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قلم کا ہدف نہ بنیں تو انہیں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ظفر علی خانؒ اور علامہ اقبالؒ کے معاملہ میں اپنی زبانوں کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔ ربوہ کے اخلاقی ویرانے میں بیٹھ کر بڑ ہانکنا آسان ہے کہ ظفر علی خان کہاں ہے اور عطاء اللہ شاہ کدھر ہے؟ یہ سوال لاہور میں یا پاکستان کے کسی بھی شہر میں دریافت کیا ہوتا تو جواب کما حقہ عرض کیا جاسکتا تھا۔ بہر حال عرض مختصر یہ ہے کہ الفضل کا لاہوری ''شتونگڑہ'' اپنی حیثیت عرفی پر غور کرے اور خلیفہ ثالث اس کو ہدایت کر دیں۔

اگر اس خانوادے کو اپنے موجودہ لب ولہجہ پر اصرار ہے اور اس کے ساتھ یقین بھی ہے کہ سیاسی شطرنج پر انہی کے مہرے جیت رہے ہیں تو شیش محل میں بیٹھ کر پتھر پھینکنا دانشمندی نہیں احمقانہ جسارت ہے۔

بیاس اور چناب کے رنگا رنگ قافیوں کا دفتر کھلا تو کیا کچھ سامنے نہیں آ جائے گا۔اب یہ فیصلہ کرنا خلیفہ ثالث کا کام ہے کہ وہ جواب آں غزل چاہتے ہیں یا فی الواقعہ لاہوری متنبی کو روک دیتے ہیں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۴، مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۶۷ء)

## ۸......انگریزوں کے خاندانی ایجنٹ

ایڈیٹر چٹان نے مرزائی امت کا جائزہ لیتے ہوئے گذارش کی تھی کہ:

۱...... قادیانی جماعت کوئی دینی جماعت نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ جب تک ملک غلام رہا اس جماعت کے پیروکار انگریزوں کے خانہ زاد رہے۔ ملک آزاد ہو گیا تو اس جماعت نے بوجوہ اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھنا شروع کیا۔اس امر کے دلائل وشواہد موجود ہیں کہ قادیانی غیر عرب اسلامی مملکتوں کے قلب میں ایک عجمی اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اسرائیلی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔اس غرض سے ان کی نگاہ عموماً کشمیر پر رہی ہے۔ان کے نزدیک کشمیر مسیح ناصری کا مدفن ہے اور مسیح موعود کی پیش گوئی کا محور۔

۲...... سیاسی زندگی کا فقدان جس نہج پر چل رہا ہے اس کے پیش نظر ہمارا قطعی خیال ہے کہ مرزائی اپنے پرانے خواب کی تعبیر کا راستہ بنانے میں بڑی ہوشیاری سے مشغول ہیں۔ لہٰذا ان کا احتساب ضروری ہو گیا ہے کہ ملک کے اہم محکموں میں بہ لحاظ تناسب ان کی تعداد کیا ہے؟ اگر یہ تناسب سے زیادہ ہیں اور بعض کلیدی آسامیاں ان کے قبضہ میں ہیں تو آئندہ ان کی بھرتی روک دی جائے اور ان کے اعمال وافعال کی کڑی نگرانی کی جائے۔

۳...... ہم نے صدر مملکت سے گذارش کی تھی کہ وہ اپنے ذرائع سے ان پر نگاہ رکھیں اور معلوم کریں کہ ربوہ کی اندرونی زندگی کیا ہے؟ جب سے ربوہ بنا ہے اس وقت سے لے کر آج تک انٹیلی جنس بیورو نے جو مواد مہیا کیا ہے اس مواد کی ابتدائی رپورٹوں سے لے کر فوقانی تجزیہ تک ہر ورق مطالعہ فرمائیں۔انشاء اللہ بہت کچھ آشکار ہوگا۔

اگر قادیانی امت محسوس کرتی ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا محض افتراء ہے تو اس کا فرض ہے کہ سامنے آئے حکومت کو دعوت دے کہ وہ ان امور کی تحقیق کرے۔ہم غلط ثابت ہوں تو ہر سزا

کے لئے تیار ہیں۔ ورنہ مرزائی امت کو اعلان کرنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ ہے؟

مرزائی کج بحثی کے استاد ہیں۔ اس طرف آتے نہیں مسخرگی پر اترے ہوئے ہیں۔ پچھلے دنوں ظفر علی خانؒ اکادمی کا اعلان ہوا تو قادیانی ناقوس ''الفضل'' نے لکھا کہ اس اکادمی کو احرار کی خانقاہ پر عرس رچا کر قوالوں سے مولانا ظفر علی خانؒ کا کلام گوانا چاہئے۔

پنجاب کے احرار...... اسلام کے غدار۔ دیکھا آپ نے؟ اندھے کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھی۔

خبر الفضل تک نہیں پہنچی ورنہ پچھلے دنوں بہشتی مقبرے میں ہریانہ پرانت کی سنگیت سبھا کا جو اجلاس منعقد ہوا اس میں بڑے بڑے گنی شریک ہوئے۔ ارمغان قادیان (مؤلفہ مولانا ظفر علی خانؒ) سے وہ رنگ بندھا۔ فضا گوش بر آواز ہوگئی۔ ٹیپ کا بند تھا۔

سجیلی ہے نبوت قادیاں کی
رسیلی ہے نبوت قادیاں کی
فتاویٰ دے چکے ہیں جانعالم
رنگیلی ہے نبوت قادیاں کی
کہا اک مغبچہ نے تخلیہ میں
نشیلی ہے نبوت قادیاں کی

ہم کئی بار دہرا چکے ہیں کہ علامہ اقبالؒ نے جو کچھ آپ کے متعلق کہا اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ لیکن ۲۵ / جون کے شمارے میں حقائق ونکات کے تحت ارشاد ہوتا ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی، آزاد کے حاشیہ بردار (اور یکے از) پسماندگان احرار کو علامہ اقبالؒ کی نمائندگی کا حق کس نے دیا ہے۔

یہ گویا اصل سوال کا جواب ہے؟ کیا اس سے علامہ اقبالؒ کے ارشادات ختم ہو جاتے ہیں۔ کنی کترانے سے فائدہ؟ جواب عنایت فرمائیے۔ رہا پسماندگان احرار میں ہونے کا سوال تو ایڈیٹر چٹان کو اس پر فخر ہے اور اس کا اعتراف بار بار کیا جا چکا ہے۔ احرار نے نبوت کھڑاک نہیں رچھایا۔ نبوت کی حفاظت کی ہے۔

قادیانی احرار کا نام ادب سے لیں انہیں احرار سے کوئی نسبت نہیں۔ وہ (قادیانی)

عمر بھر برطانیہ کے ذلہ خوار رہے ہیں۔ انہیں استقامت وایثار کے مجسموں سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ رہ گئے مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا آزاد، تو ان کا حاشیہ بردار ہونا عیب نہیں اعزاز ہے۔ آپ اس ذلت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو ٹکے ٹکے کے انگریز افسروں کی حاشیہ برداری کے باعث آپ کا توشتہ آخرت ہو چکی ہے؟ پاکستان کے سیاسی مزاج کی آڑ لے کر آپ مولانا آزادؒ کو گالی دیتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں آپ ان کے دروازہ پر قادیانی درویشوں کے لئے بھیک مانگنے گئے تھے؟

الفضل نے اسی شمارے میں زبان وبیان کے تحت ہمارے اس دعویٰ پر اپنے روایتی لہجہ میں نکتہ چینی کی ہے کہ: ''ایڈیٹر چٹان ہر مرزائی مصنف، شاعر اور مبلغ کی تحریر وتقریر میں زبان وبیان کے اعتبار سے کئی پشتوں تک اصلاح دے سکتا ہے۔''

ہم اپنے اس دعویٰ پر اصرار کرتے ہیں ارشاد ہو تو درثمین کی غلطیاں پیش کریں؟ سلطان القلم کی عبارتوں کے امراض انشاء کا علاج بھی ہمارے پاس ہے۔ لیکن جب آپ نے جہالت میں پختہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے تو شوق سے اسی حال میں رہئے۔

جس کا دین صحیح نہ ہو اس کا ادب کب صحیح ہوسکتا ہے۔ ہم نے لاہوری ہفتہ وار کی مغلظات کو بول وبراز لکھا تھا۔ الفضل نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ فرمایئے اور کیا لکھتے گالی کو گندگی کہنا جرم ہے؟ آپ کے سلطان القلم نے مسلمانوں کو کنجریوں کی اولاد تک لکھا ہے۔ اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ہم چھاپنا نہیں چاہتے۔ ہمارے اوراق متحمل ہی نہیں ہوسکتے۔ ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مخاطبین کو جس زبان میں خطاب کیا ہے اس کا بیشتر حصہ صرف دشنام ہے۔

مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس وقت سات سو تیرہ گالیاں نکال کے علیحدہ کاغذ پر لکھی پڑی ہیں۔ ضرورت پڑی تو انہیں مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ کے روبرو رکھا جائے گا کہ استعماری ٹکسال میں جو نبوت مضروب ہوئی تھی اس کا معیار، قیمت اور مذاق کتنا پست تھا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۷، مورخہ ۳؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۹......مرزائی! ہمارا اعتراض ان کے پاکستان میں رہنے پر نہیں مسلمانوں میں رہنے پر ہے!

قادیانی تمام مسلمانوں کو جو ان کی جماعت میں شامل نہیں یا مرزا غلام احمد کو مسیح موعود

وغیرہ نہیں مانتے، اپنے عقیدہ کی رو سے کافر سمجھتے ہیں۔ایسا مسلمان اگر مر جائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھتے۔مثلاً قائداعظمؒ کا جنازہ نہیں پڑھا۔قائد ملتؒ کا جنازہ نہیں پڑھا۔مادر ملتؒ کا جنازہ نہیں پڑھا۔حتیٰ کہ ایک قادیانی اپنے غیر قادیانی باپ، بھائی، ماں اور بیٹے کا جنازہ بھی نہیں پڑھتا ہے۔

قادیانی من حیث الجماعت مسلمانوں سے دین کے علاوہ عام معاشرت میں بھی الگ ہی رہتے ہیں۔وہ کسی مسلمان سے اپنی لڑکی نہیں بیاہتے۔ان کے نزدیک ایسی شادی ارتداد ہے۔وہ اپنے دین، اپنے پیغمبر، اپنی خلافت، اپنے اہل بیت، اپنے صحابہ، غرض زندگی کے ہر عمرانی پہلو میں مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔

جب زندگی کے ہر میدان میں ان کی طرف سے علیحدگی ہی علیحدگی ہے اور وہ اپنے آپ کو علیحدہ متشخص کرا چکے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں سے اس مغائرت کے باوجود انہیں مسلمانوں میں رہنے پر اصرار ہے؟ کیا اس لئے نہیں کہ وہ ملک کی حقیر سی اقلیت ہیں۔انہیں اگر جمہوری اصول کے مطابق ملک کی سرکاری اور اقتصادی زندگی میں حصہ دیا جائے تو عددی اعتبار سے ان کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہوگا اور وہ ان تمام استحصالات ومفادات سے محروم ہو جائینگے۔جن سے اس وقت ان کی جماعت متمتع ہو رہی ہے۔

ہماری گذارش پر ایک دفعہ پھر غور کر لیجئے۔عرض ہے کہ جس جماعت سے مسلمانوں کی اپنی وحدت میں خلل آتا ہے۔اس جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمانوں کی معاشرتی وحدت میں گھس کر ان کی دولت اور حکومت میں انہی کے نام پر حصہ دار ہو۔جو کچھ اس کو لینا ہے۔اپنی تعداد اور حصہ کے مطابق لے، کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔

اسی بنیاد پر ہم بار بار یہ گذارش کر رہے ہیں کہ انہیں اقلیت قرار دیا جائے۔جب یہ اساسات وایمانیات میں مسلمانوں سے الگ ہیں تو انہیں الگ ہونے اور حکومت کو الگ کرنے میں کیا عذر ہے؟

مرزائی اپنے مسئلہ کو صاف نہیں ہونے دیتے۔انہوں نے شیعہ اکابر کو یہ تأثر دے رکھا ہے کہ مسئلہ سنیوں کا ہے۔ہم پٹ گئے تو اس کے بعد سنی شیعوں پر چڑھ دوڑیں گے۔چونکہ شیعہ اکابر اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔اس لئے وہ ان کے داؤں میں آجاتے اور کچھ لوگ اس تأثر کی چھاپ قبول کر لیتے ہیں۔حالانکہ شیعہ مسلمانوں کا دوسرا بڑا فرقہ اور صدیوں سے اسلام کی شاخ ہیں۔شیعہ سنی اختلاف بنیادوں میں نہیں شاخوں میں ہے۔مرزائیوں نے تو نبوت سے لے کر خلافت تک الگ قائم کر رکھی ہے۔جو شیعہ وسنی فروعات پر نہیں بلکہ اسلام سے بغاوت کی بنیاد پر ہے۔

ہمارے پاس شواہد ونظائر بلکہ دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ قادیانی خلافت کے انٹیلی جنس بیورو نے شیعہ سنی اختلاف کو نہ صرف آب ودانہ مہیا کیا۔ بلکہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی ذہنی طور پر جو تصادم وتکرار پایا جاتا ہے۔ اس کی بالواسطہ نشوونما بھی قادیانی کرر ہے ہیں۔

اس اختلاف وتصادم کو نظیر بنا کر قادیانی حکومت کو یہ تأثر دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ یہ گویا مسلمان علماء کی فطرت کا خاصہ ہے اور قادیانی امت کا مسئلہ مسلمانوں ہی کے ایک فرقہ کا مسئلہ ہے۔ چونکہ ارباب بست وکشاد دین کی نزاکتوں سے آگاہ نہیں۔ اس لئے وہ اس کو مذہبی تنازعات کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے سواد اعظم کی بدقسمتی ہے کہ سیاسی مسلمان ان کے دینی موقف سے بوجوہ آگاہ نہیں یا اس سے دلچسپی نہیں رکھتے یا رواداری کے مفروضہ کا شکار ہیں یا بعض کے نزدیک خود اسلام ہی متروکات سخن میں سے ہے۔ نتیجتاً مرزائی حکام نے حکومت کے اجتماعی ذہن کو قادیانی نبوت کے عوارض پر غور کرنے سے روک رکھا ہے۔ ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اپنے مسئلہ کو ملاّ کا مسئلہ بنادیں۔ علماء کو حکومت کے ہاں معتوب ٹھہرا کر خود ملک میں ریڑھ کی ہڈی بن جائیں۔ یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عوام وحکومت میں جو دیوار کھنچی ہوئی ہے اس کی اینٹیں قادیانی بھٹوں سے بھی آئی ہیں اور جانبین میں سے کسی کو بھی اس کا احساس نہیں ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزائی پاکستان میں نہ رہیں۔ ضرور رہیں۔ لیکن اقلیت کے طور پر ہم ان سے حقوق شہریت نہیں چھیننا چاہتے۔ جیسا کہ وہ بعض سیاسی عناصر کو یہ تأثر دے رہے ہیں کہ جو لوگ ان کے محاسب ہیں وہ ان سے حق شہریت سلب کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ پاکستانی رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سے تعرض نہیں۔ ہمارا اعتراض ان کے مسلمانوں میں رہنے پر ہے۔ پاکستان میں رہنے پر نہیں۔

ہمارا ان کے خلاف الزام یہ ہے اور ہم اس کی صحت پر اصرار کرتے ہیں کہ مرزائی امت ایک مدت سے اپنی ریاست قائم کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ اس غرض سے اس نے مسلمانوں میں اپنے آپ کو سیاستہً شامل کر رکھا ہے۔ جن فعال اجزاء پر حکومت کا انحصار ہوتا ہے۔ ان فعال اجزاء میں مرزائی خفی وجلی شریک ہیں۔ ان کا خفیہ نظام ہے۔ اس خفیہ نظام میں حکومت سے متعلق ضروری معلومات ہیں۔ رعایت مقصود ہو تو ہمارا عرض کرنا بیکار ہے۔ ورنہ اچانک چھاپہ مار کر ربوہ کے مرکز سے حیرت انگیز دستاویز قبضہ میں لی جاسکتی ہیں۔

خلیفہ ناصر احمد کا اس مرحلہ میں جب کہ یورپی اور امریکی استعمار عربوں کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یورپ جانا اور وہاں عیسائی دنیا سے ایک مذہبی پیشوا کے طور پر متعارف ہونا خالی از علت نہیں۔ وہ مرحوم آغا خاں کی طرح پیشوائی کے طور پر اپنا ایک نقش جمانا چاہتا ہے۔ برطانوی رسوخ لازماً اس کی معاونت کر رہا ہے۔ قادیانی اسرائیل خدانخواستہ قائم ہوا تو یہ سفر تعارفی اعتبار سے اس کا مقدمہ ثابت ہوگا۔ یہ ایک پلان ہے جو بڑی چابکدستی سے تیار کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سے مرزائی امت کی توسیع ان حالات میں ناممکن ہے۔ علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دوسرے علماء کی مساعی مشکور سے ان کا یہ راستہ بند ہو گیا ہے۔ اب قادیانی یہودیوں کی طرح ملک کی اقتصادیات پر قابض ہو کر اٹھنا چاہتے ہیں۔ جہاں تہاں مرزائی حکام ہیں۔ اپنی اسرائیلیت کو پروان چڑھانا ان کا فرض ہو گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نبوت طاقت کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے اور طاقت مملکت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا ریاست بناؤ۔ طاقت حاصل کرو۔ نبوت منواؤ، پاکستان کے عوام طاقت کے آگے آگے اور دولت کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ طاقت اور دولت ہاتھ میں ہو تو نبوت کے سامنے گردنیں بہ آسانی جھکائی جا سکتی ہیں۔ تمام قادیانی اپنے شاطر کی ہدایت کے مطابق انہی خطوط پر کام کر رہے ہیں۔

مطالبہ کہہ لیجئے یا التماس اس امر کا پتہ لگایا جائے کہ:

۱...... قادیانی حکومت کے فعال شعبوں میں کس نسبت سے شریک ہیں؟

۲...... انہیں ربوہ سے دہری ہدایات تو نہیں ملتی ہیں؟ ان کے سرکاری فرائض کی معلومات ربوہ میں پہنچتی ہیں کہ نہیں؟

۳...... ملک کی موجودہ اور آئندہ صنعتی زندگی میں حکومت کے پلانوں سے انہیں کیا ملا۔ کس طرح ملا، کیوں کر ملا، اب اس کی رفتار کیا ہے؟

۴...... ان کے بیرونی مشن کس اساس پر قائم ہیں؟ ان کے پس منظر، پیش منظر اور تہ منظر کا جائزہ لیا جائے تو اسرار و رموز کا ایک کارخانہ کھل جائے گا۔

اس ضمن میں چند واقعات بھی سن لیجئے۔

اوّلاً...... مرزائی بعض قومی بنکوں میں اپنی جماعتی رقمیں مرزائی نوجوانوں کی ایک خاص تعداد کو ملازم رکھنے کی شرط پر جمع کراتے ہیں۔

ثانیاً...... منیر انکوائری رپورٹ کی واضح سرزنش کے باوجود مرزائی حکام اپنے ہتھکنڈوں سے رکتے نہیں۔ مثلاً:

۱...... پلک کے لاہور آفس میں جب تک چوہدری بشیر احمد رہے انہوں نے ادنیٰ واعلیٰ اہل کاروں میں زیادہ تر اپنے ہم عقیدہ افراد ہی کو بھرتی کیا۔ جتنا قرضہ جاری کیا اس کا ننانوے فیصد مرزائیوں کو ملا۔ چوہدری بشیر احمد میں ہمت ہے تو اس کی تردید کریں یا پھر حکومت تحقیق کرلے غلط ثابت ہو تو ہم سزاوار۔

۲...... حکومت سے باہر مثلاً برماشیل لاہور زون کے انچارج مرزا منور احمد تھے۔ جب تک یہاں رہے۔ انہوں نے برماشیل کے پٹرول پمپ نوے فیصد مرزائیوں کو الاٹ کئے۔ یا پھر جس کی سفارش کسی منفی چہرے اور چگی داڑھی نے کی اس کو مل گیا۔

۳...... عبدالحمید واپڈا کے جنرل منیجر ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ ان کے اختیارات کہاں تک قادیانی امت کے کام آئے ہیں۔ صرف اتنی سی بات پر غور کرلیجئے کہ ہمبرگ میں ایک مسلمان واپڈا کی سپلائی کے شپنگ ایجنٹ ہیں وہ اپنے طور پر ایک مسجد بنانا چاہتے تھے۔ عبدالحمید صاحب نے ان کو زور دیا کہ قادیانی مشن کی زیرتعمیر مسجد میں روپیہ دیں اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خلیفہ ثالث بظاہر جس مسجد کا افتتاح کرنے گیا ہے وہ مسجد مختلف گوشوں پر اس طرز کی دباؤ ہی کے روپیہ سے بنی ہے۔

۴...... جن برطانوی کمپنیوں کے اندر خانہ سیاسی روح کام کررہی ہے۔ اس کے بعض عہدوں پر مرزائی مامور ہیں۔

بتایئے اس میں کوئی لفظ یا معنی ایسا ہے جس پر دشنام کا شائبہ ہو۔ لیکن جب ہم یہ لکھتے ہیں تو مرزائی اہل قلم اپنے اخباروں میں ہمیں ماں بہن کی گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔ گویا ان کے نبی اور ان کے خلیفہ میں سے کسی کی ماں بہن نہیں ہے۔

ہماری گذارشات کا جواب دیجئے خلاصہ یہ ہے کہ: ’’مرزائی مسلمانوں سے الگ ملت ہیں۔ انہیں الگ ہو جانا چاہئے اور حکومت کو الگ کردینا چاہئے۔ وہ مسلمانوں میں رہ کر ان کے سیاسی واقتصادی حقوق سے متمتع ہوتے اور اس طرح غلبہ واقتدار حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ ان کے مختلف افراد نے کلیدی اسامیوں پر بیٹھ کر مرزائی امت کے افراد کو ان کے تناسب سے بہت زیادہ بلکہ کئی ہزار فی صد جگہیں دے رکھی ہیں۔ اس کے مضمرات انتہائی خطرناک ہیں۔ انہیں پاکستان میں رہنا ہے تو پاکستانی بن کر رہیں۔ مسلمان کہلا کر نہیں۔‘‘

فرمایئے اس میں کون سی بات ایسی ہے کہ مرزائی امت کا ناقوس صرف اس شہ پر ننگا

ہوکر بازار میں آ گیا ہے۔ کہ مرزائی حکام نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور قادیانی صنعت کار اس کو نان ونفقہ مہیا کر رہے ہیں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰،ش۳۱، مورخہ۳۱رجولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۰...... سلطان القلم کے جانشین

پچھلے پانچ چھ ہفتوں میں قادیانی دانشوروں کے بحث ونظر کا اندازہ ومعیار معلوم ہوا ہے۔ سنا کرتے تھے بلکہ تجربہ بھی ہو چکا تھا کہ اس جماعت کے مبلغ ومدیر ڈھٹائی میں لاجواب ہیں۔ لیکن چنیوٹ میں مدیر چٹان کی تقریر کے بعد یا پھر چٹان نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کی گرفت سے عاجز آ کر قادیانی امت کے اہل قلم نے جو استدلال اختیار کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سوال گندم جواب ریسماں کی بدترین خصوصیتیں ان کے دماغ میں جمع ہوگئی ہیں۔ قادیانی اہل قلم کا طرز استدلال ہی انہیں جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔

ہم پوچھتے ہیں فرمائیے! علامہ اقبالؒ نے جو کچھ آپ کے بارے میں تسلسل وتواتر سے کہا وہ درست ہے کہ غلط؟ غلط ہے تو آپ کے پاس اس کا جواب کیا ہے؟ الفضل ربوہ لکھتا ہے کہ:

”شورش صاحب کو خدا جانے کس نے علامہ اقبال کا نمائندہ بنادیا ہے۔“

”ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسماں کیوں نہ ہو۔“

یہ جواب ہے علامہ اقبالؒ کے ان مقالات وخیالات کا جو قادیانی تابوت میں میخ کا کام دے گئے ہیں۔ کیا علامہ اقبالؒ نے اپنے ان خیالات پر خط تنسیخ کھینچ دیا تھا۔ کیا ان کی موت کے بعد یہ حصہ منسوخ ہوگیا؟ منسوخ ہوا تو کس نے کیا؟ اور اس کا مجاز کون ہے؟ پھر یہ ممکن ہے کہ صاحب تصنیف کی رحلت کے بعد ورثاء اس کی تصنیف کو منسوخ یا متروک کریں اور ان کا یہ فعل صاحب تصنیف کا فعل سمجھا جائے۔ یہ تو صحیح ہے کہ جائیداد کی وارث اولاد ہوتی ہے۔ لیکن اس کا جواز آج تک نہیں قائم ہوا کہ اولاد میں سے کوئی فرد والد کے ان فرمودات پر قلم کھینچ دے جو علم کی میراث ہوکر قرطاس وقلم کو منتقل ہو چکے ہیں۔ صرف دو تحریفیں ساری تاریخ تحریر میں پائی جاتی ہیں۔

ایک عیسائی علماء کی تحریف جس سے بائبل مجروح ہوئی ہے۔ دوسری مرزابشیرالدین محمود کی تحریف کہ اپنے والد کی تحریروں کے عیب چھپانے کے لئے انہوں نے عجیب وغریب جسارتیں کی ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے قادیانی نبوت اور قادیانی امت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے اسلامی فکر اور دینی شغف کی معراج ہے اور اس سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے کہ یہ ان کی زندگی کے آخری چند برسوں کا حاصل تھا۔

علامہ اقبالؒ نے عمر بھر کے غور فکر اور مطالعہ و مشاہدہ کے بعد قادیانی نبوت کا جس کمال علم سے محاسبہ کیا اسی کا نتیجہ ہے کہ اس امت کو انہوں نے نہ صرف ہندوستان کا غدار کہا۔ بلکہ اسلام کا غدار بھی لکھا اور اس کو اپنی بصیرت کا حاصل قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو پنڈت جواہر لال نہرو کے نام علامہ اقبالؒ کا خط) جواب علامہ اقبالؒ کے ارشاد کا مرحمت فرمایئے۔ کوس آپ ایڈیٹر چٹان کو رہے ہیں۔ کیا موت کے بعد کسی شخص کی تحریریں ساقط ہو جاتی ہیں۔ ان کا حوالہ دینا اور اس بحث و نظر کی عمارت قائم کرنا غلط ہے؟ اگر یہ معیار ہے تو پھر آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں کیوں منسوخ نہیں کی ہیں؟ آج تک کیوں نقل ہو رہی ہیں یا چھاپی جا رہی ہیں؟ سیدھا سادا سوال ہے کہ علامہ اقبال نے جو کچھ فرمایا اس کا جواب کیا ہے؟ آپ چونکہ مسلمانوں سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے اقبال کا جواب نہیں دیتے۔ لیکن ایڈیٹر چٹان کے خلاف غرّا رہے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ:

۱...... علامہ اقبالؒ نے آپ کو مسلمانوں میں سے خارج کر دینے کا مطالبہ کیا یا نہیں؟
۲...... انہوں نے آپ کو یہودیت کا ثنیٰ قرار دیا۔
۳...... انہوں نے آپ کو اسلام اور ہندوستان کا غدار لکھا اور اس کی صحت پر اصرار کیا۔
۴...... انہوں نے آپ کو ایک سیاسی جماعت قرار دے کر مسلمانوں کی دینی وحدت میں نقب لگانے کا مجرم گردانا۔
۵...... انہوں نے آپ کو شاتم رسول قرار دیا۔

ان کا جواب دیجئے! یا فرمایئے کہ علامہ اقبالؒ نے ان مطالبات کو واپس لے لیا تھا۔ اس سے مراجعت کر لی تھی۔ کسی خط، کسی تحریر، کسی بیان میں اپنے ان خیالات پر نظر ثانی فرمائی تھی۔ اگر یہ نہیں ہے اور بلاشبہ نہیں ہے تو پھر ان کے خیالات پر ایڈیٹر چٹان کے خلاف سب و شتم کے معنی کیا ہیں؟

حد ہوگئی کہ ان سوالات کے جواب میں علامہ اقبالؒ کی ۱۹۱۰ء کی ایک تقریر کا حوالہ دیا جا رہا ہے جب کبھی مرزائی علامہ اقبالؒ کے ارشادات سے عاجز اور محصور ہوتے ہیں اسی تحریر کو پیش کرتے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ نے اسٹریچی حال علی گڑھ میں جو خطبہ دیا تھا۔ اس

میں یہ الفاظ موجود تھے کہ: ''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔''

اوّل تو اس میں مرزا قادیانی کی نبوت اور ان کے جانشینوں کی خلافت کا جواز نہیں۔ دوم یہ اس زمانے کی بات ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی نے مناظر اسلام کی حیثیت سے جماعت سازی کی تھی اور ان کے باطنی دعاوی سامنے نہیں آ گئے تھے۔

اس زمانہ میں بہت سے لوگ ظاہری وجوہ سے ان کے معترف تھے۔ جب ان کی حقیقت کھلی اور مرزا بشیر الدین محمود نے خلافت کو ایک سیاسی کاروبار کی شکل دی تو ایک ایک ورق کھل گیا۔ نتیجتاً جو لوگ ایک عام شہرت کے باعث مرزا قادیانی کو مناظر و مبلغ خیال کرتے تھے۔ ظلی اور بروزی نبی کی اصلاحوں سے چوکنا ہو گئے اور ان پر وقت کے ساتھ ساتھ تمام حقیقتیں منکشف ہو گئیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خلافتی جانشینوں کا مقام و منشاء کیا ہے اور وہ مسلمانوں میں دینی ارتداد کی ایک سیاسی تحریک ہیں۔

یہ ایک شوخ چشمانہ استدلال ہے کہ ۱۹۱۰ء کی تحریر کو جواز بنالیا جائے اور ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۷ء تک کی تحریریں منسوخ قرار دی جائیں۔ آخری بات پہلی ہوتی ہے یا آخری؟ قرآن مجید میں کئی آیتیں ہیں۔ جنہیں بعد کی آیتوں نے منسوخ کیا۔ مثلاً حرمت شراب، حکم ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ پھر شراب حرام ہو گئی اور ہر حالت میں حرام ہو گئی۔ اب اگر یہ اصرار کیا جائے کہ شراب صرف نماز میں حرام ہے اور قرآن پاک میں لکھا ہے تو اس کو صرف قادیانی منطق ہی کہا جا سکتا ہے۔ ایک ہی چیز کے بارے میں کسی شخص کی آخری رائے ہی قطعی رائے ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک اور اقتباس ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء کی تحریر سے لیا گیا ہے۔ یہ علامہ اقبالؒ کے ایک مضمون صوفی حضرت عبدالکریم جیلانی سے ماخوذ ہے۔ ہمارے سامنے وہ مضمون نہیں ہمیں یقین ہے کہ قادیانی حوالوں میں تلبیس کر جاتے ہیں۔ تاہم ایک لحظہ کے لئے ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ ہی کے الفاظ ہیں یعنی انہوں نے اس بحث میں ''مرزا غلام احمد کو جدید ہندی مسلمانوں کا اغلباً سب سے بڑا دینی مفکر لکھا ہے۔''

تو اس سے بھی یہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود یا ظلی و بروزی نبی مانتے تھے۔ یہ تو ایک عمومی تاثر تھا جو اس وقت کے مباحث سے پیدا ہو گیا تھا۔ جب مرزا قادیانی مار آستیں نکلے یا اس وقت کی صورتحال سے ان کا دماغ خراب ہو گیا تو معترفین نے اپنی راہیں تبدیل کر لیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس زمانہ کی یہ تحریریں پیش کی جا رہی ہیں اوّلاً تو ان تحریروں کو علامہ اقبالؒ نے اپنے فکری ونظری ارتقاء کے بعد لائق اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ یہ ان کی ابتدائی تحریری مشقیں تھیں۔ جب ان کا اسلامی شعور اور دینی تبحر پختہ ہو گیا تو ان کے خیالات روشن ہو کر قوم کے لئے سنگ میل ہو گئے اور یہی افکار ونظریات ہیں جن کی صداقت پر انہیں حکیم الامت، شاعر مشرق اور ترجمان اسلام کہا جاتا ہے اور جس کی اساس پر ان کے حکیمانہ وجود کا شہرہ ہے۔

۱۸۹۹ء میں حضرت علامہ نے ایم اے کیا۔ ۱۹۰۰ء میں ان کی عمر صرف ۲۳ برس کی تھی۔ ۱۹۸۶ء تک وہ صرف ایک شاعر تھے اور ان کی فکر کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس عہد کی تحریروں کے اقتباس تو قادیانی امت اپنی روایتی سچائی کے لئے بطور سند استعمال کرتی ہے۔ لیکن جس عمر میں وہ پختہ ہو کر مسلمانوں کی محبوب فکری متاع بن چکے اس عمر کی متاع فکر سے فرار غایت درجہ کی بوالعجی ہے۔ کوئی ساطر ز استدلال بھی اس کی تصدیق نہیں کر سکتا ہے؟

اقبال کبھی طالب علم بھی تھے تو کیا اس عمر کے اقوال کو حجت قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے مشق سخن کے ابتدائی دور میں بہت سے اشعار لکھے۔ جنہیں خیالات کی تبدیلی اور نظریات کی صحت کے بعد حذف کر دیا تو کیا اس کلام کو بھی ان کے مستند کلام پر فوقیت دے سکتے ہیں۔

مرزائیوں کی منطق عجیب وغریب ہے کہ ایک طرف تو انہیں اپنے ربانی مشن ہونے پر اصرار ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی نبوت وخلافت کے جواز میں انہی لوگوں کی ابتدائی تحریریں لاتے ہیں۔ جو ان کے سب سے بڑے محاسب ہیں اور جن کے سن وشعور کی تحریروں نے ان کی عمارت کو بیخ وبن سے ہلا دیا ہے۔

اگر قادیانی نبوت اور اس کی خلافت کے سچا ہونے پر اصرار ہے تو اقبال کی انگلی تھام کر کھڑا ہونے کی کوشش بے معنی ہے۔ اس انگوٹھے کے متعلق فرمایئے جو اقبال نے آپ کی شہ رگ پر رکھا ہے۔

الفضل نے مولانا عبدالمجید سالک کے حوالے سے علامہ اقبالؒ کی مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین سے والہانہ محبت کا ذکر کیا اور لکھا ہے کہ حضرت علامہ نے طلاق کی شرعی حیثیت دریافت کرنے کے لئے مرزا جلال الدین (بارایٹ لا) کو مولوی حکیم نور الدین کے پاس قادیان بھیجا تھا۔

سالک صاحب نے یاران کہن میں ایک شوشہ مولانا ابوالکلام آزد کے متعلق بھی چھوڑا تھا۔ مولانا نے سختی سے ڈانٹا تو سالک صاحب کو تردید وتصیح کرنی پڑی۔ علامہ صاحب زندہ ہوتے تو

سالت صاحب علامہ اقبال کے واضح خیالات جانتے ہوئے اوّلاً کبھی یہ حوصلہ نہ کرتے۔ ثانیاً حوصلہ کرتے تو تردید کرنی پڑتی، ثالثاً حضرت علامہ کی زندگی میں انہوں نے کبھی یہ نہیں لکھا اور نہ کسی سے ذکر کیا۔ سالک صاحب کا یہ رویہ اکثر معمہ رہا کہ مختلف اکابر کے تذکرے میں مرزا قادیانی کو ضرور لاتے رہے۔ جس سے مرزا قادیانی کی صفائی یا بڑائی مقصود ہو۔ حالانکہ ان کے سوانح وافکار میں مرزا قادیانی کا ذکر انمل بے جوڑ ہے۔ ایک وجہ تو اس کی یہ ہے کہ مولانا سالک کے والد قادیانی تھے اور مسلمانوں نے انہیں اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سالک صاحب کے چھوٹے بھائی آج تک قادیانی ہیں۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ مرزا البشیر الدین محمود کے ساتھ مولانا عبدالمجید سالک کے تعلقات کا ایک خاص سانچہ تھا۔ خلیفہ صاحب اپنی تاریخ کا سروسامان بنانے کے لئے قلم سالک سے اس قسم کی روایتیں وضع کرالیتے تھے۔ اس کے باوجود قادیانی امت کی سنگدلی ملاحظہ ہو کہ مولانا سالک کے انتقال پر ان کے سگے چھوٹے بھائی نے ان کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور یہ تماشہ مسلم ٹاؤن کے قبرستان میں راقم الحروف نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ نبوت کی روایتیں ہمیشہ ثقہ راویوں سے چلتی ہیں۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو سالک صاحب کو ثقہ راوی سمجھتے ہیں؟ اس حد تک کہ جس حد تک ان کے متعلق تصدیقی پہلو نکلتا ہو۔ یا اس کے علاوہ دوسرے افکار وعقائد میں بھی آدمی کے ثقہ ہونے کا معیار ہمیشہ اس کی ساری زندگی کے اعمال واقوال ہوتے ہیں نہ کہ ان اعمال واقوال کا کوئی ایسا جزو جو حسب حال ہو۔

الفضل نے ۲۴؍جون کے زیر بحث اداریہ میں علامہ اقبالؒ کے متذکرہ حوالوں سے اپنی نبوت کا جواز پیدا کرنے کی احمقانہ جسارت کے بعد لکھا ہے۔ ہم علامہ اقبالؒ مرحوم کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اس لئے صرف اشارہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ورنہ؎

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

اور وہ اشارہ کیا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان ایک خاص عہدہ پر نہ لئے جاتے تو یہ تحریریں بھی ہرگز وجود میں نہ آتیں۔ (الفضل ص۲، مورخہ ۲۴؍جون ۱۹۶۷ء)

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! بغض سامنے آ گیا۔ اس سے بڑھ کر خودساختہ نبوت کی مداہنت اور خودکاشتہ خلافت کی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے؟ بہرحال الفضل نے اعتراف کر لیا کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے اور اس کا نام اس نے احترام رکھا ہے۔

ہم بھی جانتے ہیں کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔لیکن ذرا کھل کے بولئے۔ربانی مشن ہونے کا دعویٰ اور مصلحتوں کی میناکاری؟اعتراف کیجئے کہ آپ کی جماعت اسرائیل کا عجمی پودا ہے اور آپ ربوہ کے تل ابیب میں بیٹھ کر مسلمانوں کی معنوی قوت پر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔علامہ اقبالؒ کے فرمودات کو آپ ذاتیات میں نہیں لا سکتے کہ انہیں چوہدری ظفر اللہ خان کے عہدہ خاص ہونے کا صدمہ تھا۔سوال تو وہ ہیں جو حضرت علامہ نے اپنے مقالات میں اٹھائے ہیں۔جوابات یہ نہیں جو آپ کے نہاں خانہ دماغ سے نکلے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ آپ کا مذہب برطانوی حکومت کے استعماری مقاصد کی پیداوار ہے یا نہیں؟آپ فرماتے ہیں کہ علامہ اقبال کو چوہدری ظفر اللہ خان کے خاص عہدے پر مقرر ہونے کا صدمہ تھا؟آخر فہم وفراست کی کون سی شکل ہے جو اس جواب کو صحیح قرار دے سکتی ہے؟ ٹامک ٹوئیاں مارنا چھوڑیئے اور اس کا جواب عنایت فرمایئے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰،ش ۲۷،مورخہ ۳رجولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۱......کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

تاریخ احمدیت جلد دوم مؤلفہ دوست محمد شاہد۔(ادارۃ المصنفین ربوہ) کا صفحہ ۵۳ تا ۶۴ ملاحظہ ہو۔اس کتاب کی چھ ضخیم جلدیں ہمارے پاس ہیں۔مزید جلدیں چھپی ہیں تو ہمارے پاس نہیں،بحولہ بالا مضمون میں مرزا غلام احمد کی دوسری شادی کے حالات درج ہیں۔یہ قادیانی امت کی سرکاری تاریخ ہے۔اس کے بارے میں چوہدری ظفر اللہ خان نے لکھا ہے کہ:''دوسری جلد ختم کرنے پر میری طبیعت اس قدر متاثر تھی اور میرے دل پر اس قدر شدید احساس تھا کہ گویا میں حضرت مسیح موعود کی صحبت اقدس میں کئی گھنٹے متواتر گذار کر اٹھا ہوں۔''

مؤلف نے مرزا قادیانی کی شادی کے زیر عنوان لکھا ہے۔

۱...... دنیا میں اسلام کے عالمگیر نظام روحانی کے قیام اور امام عصر حاضر کے لائے ہوئے آسمانی انوار وبرکات کو جہاں بھر میں پھیلا دینے کے لئے ازل سے۔یہ مقدر تھا کہ ہندوستان کے صوفی مرتاض اور ولی کامل حضرت خواجہ محمد ناصر کی نسل سے ایک پاک خاتون مہدی موعود کی زوجیت میں آئے گی۔جس کے نتیجہ میں ایک نہایت مبارک اور مقدس خاندان کی بنیاد رکھی جائے گی۔

۲...... حضرت مرزا (غلام احمد) ایک عرصہ سے عملاً تجرد کی زندگی بسر کر رہے تھے اور مسلسل علمی مشاغل، شب بیداری کے باعث ضعف قلب، ذیابیطس اور دوران سر وغیرہ امراض سے طبیعت انتہاء درجہ کمزور ہو چکی تھی۔ عمر پچاس سال تک پہنچ رہی تھی۔ جو ملک کی اوسط عمر کے مطابق پیرانہ سالی میں شمار ہوتی ہے اور اقتصادی مشکلات اور اہل خاندان کی مخالفت الگ ایک مستقل مصیبت تھی۔

۳...... چونکہ خدائی منشاء میں نکاح ثانی کا ہونا ضروری تھا۔ اس لئے خود اللہ تعالیٰ نے غالباً ۱۸۸۱ء میں آپ کو نئی شادی کی تحریک فرمائی۔

۴...... اس خدائی بشارت کے تین سال بعد نومبر ۱۸۸۴ء میں حضرت میر ناصر نواب دہلوی کے ہاں آپ کی دوسری شادی ہوئی اور ان کی دختر نیک اختر نصرت جہاں بیگم ''خدیجہ'' بن کر آپ کے حرم میں داخل ہوئیں اور لاکھوں ''مؤمنوں'' کی روحانی ماں ہونے کی وجہ سے ''ام المؤمنین'' کا خطاب پایا۔

۵...... ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی اور حضرت کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ...... تاریخ طے پا گئی تو آسمانی دولہا یعنی حضرت مسیح موعود دلی جانے کے لئے حافظ حامد علی اور لالہ ملاوامل کی معیت میں لدھیانہ سٹیشن پر وارد ہوئے...... حضرت میر صاحب نے رشتہ کا معاملہ اپنے خاندان بلکہ اپنی والدہ ماجدہ سے بھی مخفی رکھا۔ حضرت پہنچے تو انہیں بھی خبر ہوگئی اور وہ بھڑک اٹھے کہ ایک بوڑھے شخص اور پھر ایک پنجابی کو رشتہ دے دیا تھا۔

۶...... حضور دوسرے دن حضرت سیدۃ النساء ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم کو ساتھ لے کر دہلی سے روانہ ہوئے اور قادیان تشریف لے آئے۔ حضرت مسیح موعود کی پہلی خوشدامن محترمہ چراغ بی بی کے سوا سب رشتہ دار شدید مخالف اور بالخصوص اس دوسری شادی پر طیش میں آئے ہوئے تھے۔ کنبہ سخت مخالف تھا۔

۷...... (بروایت اہلیہ محترمہ) ''جب ہم پہنچے، تنہائی کا عالم، بیگانہ وطن، دل کی عجیب حالت، روتے روتے میرا برا حال ہو گیا تھا۔ نہ کوئی اپنا تسلی دینے والا، نہ منہ دھلانے والا، نہ کھلانے پلانے والا، کنبہ نہ ناتہ، اکیلی حیرانی پریشانی میں آن کر اتری۔ کمرے میں ایک کھری چارپائی پڑی تھی۔ جس کی پائنتی پر ایک کپڑا پڑا تھا۔ اس پر تھکی ہاری جو پڑی تو صبح ہوگئی۔ مؤلف مرزا قادیانی کی اہلیہ کے ان الفاظ کو نقل کر کے لکھتا ہے۔

۸...... یہ اس زمانے کی ملکہ دو جہاں کا بستر عروسی تھا اور سسرال کے گھر میں پہلی رات تھی۔ خدا کی رحمت کے فرشتے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اے کھری چارپائی پر سونے والی پہلے دن کی دلہن، دیکھ تو سہی دو جہان کی نعمتیں ہوں گی اور تو ہوگی، بلکہ ایک دن تاج شاہی تیرے خادموں سے لگے ہوں گے۔

۹...... حضرت ام المؤمنین کے ذریعہ سے ایک مبارک نسل کا آغاز ہوا اور آپ کے بطن مبارک سے پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

۱۰...... حضرت ام المؤمنین کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اوائل ہی سے پہلی بیوی سے بے تعلقی سی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی۔ نکاح ثانی کے بعد حضرت اقدس نے انہیں کہلا بھیجا۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لئے اب دو باتیں ہیں۔ یا تم مجھ سے طلاق لے لو، یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ انہوں نے کہلا بھیجا۔ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی۔ بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔

مؤلف نے اسی ضمن میں صفحہ ۵۹ پر لکھا ہے کہ: ”حضرت کے بعض قدیم اور مخلص رفقاء نے بھی آپ کی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کیا۔ چنانچہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے خط بھیجا کہ مجھے حکیم محمد شریف صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا۔ ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔“

یہ سب کچھ مؤلف کے اپنے الفاظ میں جوں کا توں نقل کیا گیا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی تعرض نہیں کہ شادی کا کھڑاک کیونکر رچایا گیا اور کہاں ختم ہوگیا۔ مرزائی جانیں ان کا نبی جانے، یا ان کے مؤلف جانیں۔ ہمارا اعتراض ام المؤمنین کے الفاظ پر ہے کہ اس کا اطلاق صرف حضور سرور کائنات فداہ امی وابی کی ازواج پر ہوتا ہے۔ سیدۃ النساء کا لقب حضرت فاطمہ علیہا السلام کے لئے ہے۔ نصرت جہاں بیگم کو ان کے پاؤں کی خاک سے بھی نسبت نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ شرمناک گستاخی ہے کہ مرزا قادیانی کی بیوی کو سیدۃ النساء کہا جائے یا خدیجہ۔

## ملکہ دو جہاں کا لقب

ظالمانہ جسارت ہے۔ یہ لقب تو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے بھی استعمال

نہیں ہوا ہے۔ چہ جائیکہ مرزا غلام احمد کی اہلیہ، حکومت نے کبھی غور کیا؟ کیا سرکار کے محاسب محکمے صرف سیاسی اپوزیشن ہی پر نگاہ رکھنے کے لئے رہ گئے ہیں۔ ان کے نزدیک ذوالفقار علی بھٹو کا تعاقب، چوہدری محمد علی کا محاسبہ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی نگرانی ہی فرائض ریاست کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ ریاست، مملکت، صدر سب کا احترام درست لیکن اسلام، محمدؐ اور قرآن کل کائنات سے بڑے ہیں۔ ان کے لئے تعاقب، محاسبہ اور نگرانی میں غفلت کا جواز کیا ہے؟ پریس برانچ ان ہفوات کا بھی جائزہ لیا کرے؟ آخر وہ کون سی طاقت ہے جس نے اس دینی اپوزیشن کو بگٹٹ چھوڑ رکھا ہے۔

کسی عورت کو ملکہ دو جہاں کہنے کا مطلب ہے کہ وہ دارین کی ملکہ ہے۔ یعنی اس جہاں کی ملکہ اور اگلے جہاں کی بھی ملکہ۔ اس دنیا کی ملکہ جو عرش کی دنیا ہے۔ جہاں انبیاء ہیں۔ صدیقین ہیں، شہداء ہیں، صلحاء ہیں اور ان کی ملکہ کون؟ مرزا غلام احمد قادیانی کی اہلیہ؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

آخر اس دل آزاری کا جواز کیا ہے؟ اس کا نام دلجوئی ہے؟ کس کی دلجوئی قادیانی امت کی، حضورؐ کی ازواج مقدسہ کا مقابلہ، فاطمہ علیہا السلام کا سامنا اور نام دلجوئی۔ یہ صریحاً دل آزاری ہے۔ جس کی اجازت دین، قانون اور اخلاق کے نزدیک جرم ہے۔ منیر انکوائری رپورٹ میں ان مقدس القابوں اور ان مقدس اصطلاحوں کے استعمال پر واضح کی نشاندہی موجود ہے۔ لیکن مرزائی دیدہ دلیری، شوخ چشمی، کور باطنی اور ہٹ دھرمی سے ان کے استعمال پر تلے ہوئے ہیں اور انہیں صرف اس لئے ٹوکا یا روکا نہیں جاتا کہ انہیں حکومت کے نزدیک قرب حاصل ہے اور جو لوگ انہیں ٹوکتے یا روکتے ہیں وہ سیاسی وجوہ کے باعث ارباب بست وکشاد کے عتاب کا شکار ہیں۔ جن کی ذمہ داری ہے۔ انہیں مشیت ایزدی کے اس اعلان کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ جس اعلان کو علامہ اقبالؒ نے ان لفظوں میں سمو دیا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

مطالبہ نہیں استدعا ہے کہ ارباب اقتدار ان اصطلاحوں اور القابوں کی تقدیس کے لئے قانون نافذ کریں۔ جو سرور کائنات اور آپ کے خاندان کی میراث ومتاع ہیں۔ ان کا سرقہ ہر حال میں قابل مواخذہ ہے اور تاریخ احمدیت اپنے مندرجات کے لحاظ سے ضبط کئے جانے کے قابل ہے۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۹، مورخہ ۱۷ ارجولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۲......قادیانیوں کا تعاقب اشد ضروری ہے

جہاں تک دینی محاذ کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ ان کا محاسبہ ہر لحاظ سے ہو رہا ہے۔ لیکن ان سے سیاسی طور پر نپٹنے کے لئے ملک میں ایسی کوئی جماعت نہیں جو ان کے چہروں سے نقاب اٹھاتی رہے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کے بعد کوئی طاقتور مدیر نہیں رہا کہ انہیں کھونٹے پر باندھ سکے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وفات کے بعد کوئی خطیب نہیں رہا۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کی خانہ ساز نبوت اور ان کے جانشینوں کی خود ساختہ خلافت کا تعاقب کر سکے۔ اس صورتحال سے مرزائیوں نے خاصا فائدہ اٹھایا ہے۔ کوئی روزنامہ نہیں جو مرزائیوں کے فتنے کو سمجھتا ہو۔ تمام روزنامے اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مرزائی غالباً مسلمانوں ہی کی ایک شاخ ہیں۔ لہٰذا ان کے معاملہ میں رواداری برت رہے ہیں۔

صحیح الخیال مسلمانوں کی ہر تنظیم میں مرزائیت کے خلاف جذبہ موجود ہے۔ یعنی اس کے سیاسی شعبدوں کی مذہبی روح کا احتساب جاری ہے۔ اس ضمن میں بہت سا لٹریچر نکل چکا ہے۔ الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب نے اس تابوت میں میخ کا کام کیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف قادیانیت بھی عربی و انگریزی میں منتقل ہو کر ان کے کفن میں ٹانکہ ثابت ہوئی ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی فاضلانہ تصنیف نے بھی ان کی قلعی کھولی ہے۔ مولانا تاج محمود اپنے ہفتہ وار لولاک میں اس فرقہ ضالہ کے لئے سوہان روح بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جیسا کہ چاہئے اس جماعت کے سیاسی عوارض پر گرفت کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں قادیانی جماعت کے عقائد و افکار پر تابڑ توڑ تنقید جاری ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قادیانی فرقہ میں کوئی سا مسلمان بھی شامل نہیں ہو رہا؟ یعنی تبلیغی حیثیت سے قادیانی مذہب مفلوج ہو چکا ہے۔ اصل خطرہ ان کی سیاسی تگ و دو یا پھر عیاری و مکاری سے ہے۔ ایڈیٹر چٹان میں چنیوٹ کی تقریر میں اسی خطرہ سے علماء اور عوام کو آگاہ کیا تھا۔ مرزائیت سے خوفزدہ ہونے کی نہیں، مرزائیت کو خوفزدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی ہم اس کے پیروؤں کو محسوس کرا دیں کہ وہ ایک اسلامی مملکت میں (جو رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں قائم ہوئی ہے) نہ تو اپنی جعلی نبوت کا کاروبار چلا سکتے ہیں اور نہ انہیں خواب میں بھی حکومت قائم کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کا سیاسی وجود ہمارے نزدیک سخت مشتبہ ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ چوہدری صاحب کی حرکات اعمال پر کڑی نگاہ رکھے۔ اسی قسم کے لوگ ”مجسم سی آئی اے“ ہوتے ہیں۔ انہیں پاکستان کی وجہ سے

عالمی جج کا جو اعزاز ملا ہے۔ وہ اس لئے نہیں کہ ظفر اللہ خان قادیانی امت کے اکابر میں سے ہیں۔ ان کے متعلق یہ بات کاملاً وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ ملک سے باہر پاکستان کے نہیں قادیانیت کے وفادار ہیں اور اس کے آثار ونتائج ہمارے لئے رسوائی کا باعث ہیں۔

جس خبر نے ہمیں چونکا دیا ہے وہ امسال قادیانی جماعت کا چوہدری ظفر اللہ خان کی قیادت میں حج ہے۔ اوّل تو قادیانی جماعت کی یہ جسارت معنی خیز ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت سے لے کر مرزا بشیر الدین محمود کی رحلت تک ان لوگوں نے حج بیت اللہ کو اپنے وظائف سے خارج رکھا اور نہ انہیں جرأت ہی ہوئی۔ اب ایکا ایکی یہ فیصلہ تعجب خیز ہے۔ یہ ''حج'' کس غیر ملکی طاقت کے ایما پر ہوا ہے؟ یا ان کی مہمات سیاسیہ کا حصہ ہے؟ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو حجاز میں جو رسوخ حاصل ہے۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم ان سے توقع کرتے ہیں کہ جلالتہ الملک اور ان کی حکومت کو اس فتنہ سے مطلع کریں۔ ادھر علماء کا فرض ہے کہ وہ شاہ فیصل کو قادیانی نبوت اور قادیانی خلافت کے ارتداد سے آگاہ کریں۔ اس ''عجمی اسرائیل'' کے پیروؤں کا حجاز میں جانا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ معاصر عزیز ''لولاک'' (۱۲رمئی ۱۹۶۷ء) کے اداریہ سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے مشہور روزنامہ الندوہ نے ۸راپریل ۱۹۶۷ء کے شمارے میں اس وفد حج کی سرگرمیوں کا نوٹس لیا ہے۔ الندوہ کی اطلاع کے مطابق اس وفد کے دو رکن جماعت کا لٹریچر تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے۔ دونوں اس وقت جیل میں ہیں اور چوہدری ظفر اللہ کی مساعی کے باوجود رہا نہیں ہوئے ہیں۔

کیا یہ گنبد خضریٰ کی توہین نہیں کہ نصاریٰ کے ایک مسیلمہ کی دعوت لے کر قادیانی خانہ کعبہ اور مدینۃ النبی تک پہنچیں۔ اس وقت ابوبکرؓ ہوتے تو کیا کرتے؟ ان کی روح پر کیا گزری ہوگی۔

شاہ فیصل کی خدمت اقدس میں استدعاء ہے کہ ان مجرموں سے رعایت نہ کریں۔ انہیں قرار واقعی سزا دیں اور وہی سزا دیں جو رسول اللہ کے مقابلہ میں نبوت قائم کرنے والوں کو ہو سکتی ہے۔ ہماری حکومت کا فرض ہے کہ آئندہ قادیانی جماعت کے افراد کو حج پر جانے کے لئے پاسپورٹ نہ دے۔ اس باب میں بھی مسلمان متفق ہیں۔ حتیٰ کہ غلام احمد پرویز بھی اس ایک مسئلہ میں علامہ اقبال کی متابعت کرتے ہوئے جمہور المسلمین کے ہمنوا ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ قادیانی جماعت کے سیاسی افکار واعمال کی بوقلمونیوں کا جائزہ لینے کے لئے ایک جماعت بنی چاہئے جس میں ہر عقیدہ وخیال کے مسلمان شریک ہوں اور وہ اس امر کا

سراغ لگاتے رہیں کہ قادیانی فتنہ اپنے مقاصد مشومہ کے لئے کہاں کہاں نقب لگا رہا ہے؟

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۱، مورخہ ۲۲؍مئی ۱۹۶۸ء)

## ۱۳......اسرائیل میں مرزائی مشن

جس سال انٹرنیشنل پریس انسٹیٹیوٹ کا اجلاس اسرائیل میں ہوا تھا۔ پاکستان کے ارکان نے صدر مملکت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس اجلاس میں معمول کے مطابق شریک ہونا چاہتے ہیں۔ صدر نے جواباً کہا کہ ہمارے تو اسرائیل کے ساتھ تعلقات ہی نہیں ہیں۔ ایک ایڈیٹر نے کہا کہ اسرائیل کی مقامی کمیٹی کے ارکان سے ٹوکیو میں بات ہوئی تھی۔ انہوں نے استدعا کی کہ آپ لوگ بیت المقدس پہنچ جائیں۔ ہم وہاں سے اپنے طیاروں پر لے جائیں گے۔ صدر ایوب نے اتفاق نہ کیا۔ ایڈیٹر نے کہا کہ ہم لوگ عرب ملکوں کے پابند نہیں۔ جب کہ ان میں سے بعض ہندوستان کے معاملہ میں ہمارے ساتھ بھی نہیں ہیں۔ کیا ہمارا ہی فرض ہے کہ ہم ان کی خواہشوں کو ملحوظ رکھیں۔

صدر نے جواب دیا معاملہ یہی ہوتا تو مجھے عذر نہیں تھا۔ عرب ملکوں کی اس روش سے قطع نظر اصل مسئلہ دینی غیرت کا ہے۔ آپ لوگوں کو نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ صدر کی اس خواہش پر مقامی ارکان رہ گئے۔ بلکہ اس وقت انٹرنیشنل پریس ٹرسٹ کے تمام پاکستانی ارکان نے صدر مملکت کی اس غیرت مندانہ خواہش کو حاضر وغائب میں سراہا اور اپنے طور پر تسلیم کیا کہ انہیں یہ ارادہ ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مقام تعجب ہے کہ اسرائیل میں قادیانی جماعت کا مشن ہے اور وہاں کی حکومت نے اسے تمام سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں۔ وہیں سے اس مشن کا لٹریچر عربی میں مطبوع ہو کر مختلف عرب ملکوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

پاکستان کی حکومت کا فرض ہے کہ ربوہ کی خلافت سے دریافت کرے کہ یہ مشن وہاں کیونکر قائم ہوا۔ اس کو روپیہ کہاں سے ملتا ہے؟ اور کیا ان کے نزدیک عرب ممالک کے مسلمان واقعی مسلمان ہیں؟ اگر مسلمان ہیں تو تبلیغ کن لوگوں میں ہو رہی ہے اور اس تبلیغ کا مفہوم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل کی حکومت یہودیوں کو مسلمان بنانے کے لئے تو مشن کو کام کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ لازماً اس مشن کے مقاصد سیاسی ہوں گے؟ قادیانی جماعت غیر عرب ملکوں کے لئے بھی اسرائیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

کیا فرماتے ہیں خلیفہ ثالث کہ اسرائیل سے تصادم کی صورت میں ان کا مشن عرب ملکوں کی اسلامی حمیت کا ساتھ دے گا۔ یا اپنے پیدائشی عقیدے کے مطابق اسرائیل کا وفادار رہوگا۔ اسرائیل کے حکمرانوں کو لازماً اندازہ ہوگا کہ اس مشن سے کیا کام لیا جاسکتا ہے۔ ہم اپنے صوابدید کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ قادیانی اسرائیل کے لئے وہی کریں گے جو برطانیہ کے لئے پہلی جنگ عظیم میں کرتے رہے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر مسلمان جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتا۔ خارج از اسلام ہے۔ اصل خرابی یہ ہے کہ قادیانی تمام سلامی ملکوں میں بحیثیت مسلمان داخل ہوتے ہیں۔ لیکن عقیدۃً انہیں نامسلمان سمجھ کر جاسوسی کرتے اور ہر وہ کام کر گذرتے ہیں جو ان کی جماعت سے باہر کے مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہو۔

اس وقت کہ اسرائیل سے عرب ملکوں کی ٹھن چکی ہے۔ لازماً یہی ہے کہ اسرائیل سے قادیانی مشن ختم کیا جائے اور وہ تمام افراد واپس بلالئے جائیں جو وہاں کام کررہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ فرض حکومت انجادم دے گی یا قادیانی جماعت خود اپنے مشن کو واپس بلالے گی۔ حیرت ہوتی ہے کہ حکومت پاکستان نے تو اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم نہیں کئے۔ لیکن قادیانی خلافت کا تبلیغی مشن اسرائیل میں برابر کام کررہا ہے اور یہ اجازت نامہ اس کو نہ جانے کس نے عطاء کیا ہے۔

ارباب اختیار کو کم از کم اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ قادیانی مشن مختلف ممالک میں اسلام کا نام لے کر کرنل لارنس کے فرائض تو انجام نہیں دے رہے ہیں؟

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۲، مورخہ ۲۹ رمئی ۱۹۶۷ء)

## ۱۴...... کبابیر میں جشن مسرت

ایک خبر آئی ہے کہ حیفہ کے نزدیک قادیانیوں کا ایک گاؤں کبابیر نامی جبل الکرمل کی ایک پہاڑی پرواقع ہے۔ یہ گاؤں ابتداء سے ہی اسرائیلی علاقے میں ہے۔ اس گاؤں کے قادیانی باشندوں نے اسرائیل کی فتح اور عربوں کی عارضی شکست پر کبابیر میں جشن مسرت منایا اور چراغاں کیا۔ کیا یہ خبر ارباب حکومت کے کانوں تک پہنچی ہے اور کیا دنیائے اسلام کی سب سے بڑی حکومت پاکستان نے اس خبر۔ کے مالہ وماعلیہ پرغور کیا اور اس کی تصدیق کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس خبر کی تصدیق کی جائے اور اگر یہ خبر سچ ہو تو اس کا ردعمل کیا ہوگا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۳۱، مورخہ ۳۱ رجولائی ۱۹۶۷ء)

# ۱۵......انگلستان میں مرزائی مشن

ہم خدا اور رسول کے نام پر صدر مملکت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دل ودماغ کے مسلمان آفیسر کو جو صحیح العقیدہ ہونے کے علاوہ ان کا معتمد ہو۔ اس امر کی تحقیق کے لئے مقرر کریں کہ:

۱...... قادیانی جماعت کا جو مشن انگلستان میں کام کر رہا ہے وہ مسلمانوں کو مرزائی بنا رہا ہے یا انگریزوں میں تبلیغ اسلام کے نام پر اپنے اغراض مشؤمہ کا کھڑاگ رچا کے بیٹھا ہے۔

۲...... ہماری مصدقہ معلومات کے مطابق صورتحال یہ ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان اپنے تبلیغی دستہ کی بہ نفس نفیس قیادت کر رہے ہیں اور تین سے چار لاکھ تک جو مسلمان انگلستان میں مقیم ہیں ان میں مرزائیت پھیلانے کے لئے شب و روز ایک کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہاں ایک مرکز اور اقامتی ہوٹل قائم کیا گیا ہے۔ جہاں نوواردوں جزرسوں اور کم آمدنی کے مسلمانوں کو رہائشی سہولت کے علاوہ سستی روٹی دی جاتی ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان ان لوگوں میں پھسکڑا مار کر بیٹھ جاتے اور تبلیغ مرزائیت کرتے ہیں۔ اکثر لوگ محدود، دینی واقفیت کے باعث ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ اس مشن کا مقصد مسلمانوں کو مرزائی بنانا ہے یا عیسائیوں کو مسلمان؟ اس مشن پر آج تک کتنا سرمایہ خرچ ہوا اور اس کی بدولت کتنے انگریز مسلمان یا مرزائی ہوئے ہیں۔ صحیح اعداد سے حقیقت کھل جائے گی۔

۳...... مرزائی مشن کی اس جارحیت سے تنگ آ کر انگلستان میں مقیم مسلمانوں نے انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن قائم کیا ہے۔ ایک برطانوی نژاد مسلمان کرنل کا وہاں کے اخباروں میں بیان چھپا تھا کہ قادیانی مشن کی دعوت اسلام دوغلہ ہے اور یہ دوغلہ اسلام ہمیں اس لئے منظور نہیں کہ برٹش میوزیم سے جو سیاسی ریکارڈ ہم نے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں برطانوی حکمرانوں نے مسئلہ جہاد کی تنسیخ اور مسلمانوں کی وحدت میں تفریق کے لئے مرزا غلام احمد اور اس کی سیاسی امت کو پیدا کیا تھا۔ ہم انگلستان کے باشندے اپنے ہی خود ساختہ سیاسی نبی پر کیونکر ایمان لاسکتے ہیں۔ جب کہ پاکستان اور ہندوستان سے ہماری حکومت کا دور لد چکا ہے۔ اس کے بعد تو اس نبی کو بھی لد جانا چاہئے تھا۔

۴...... مرزائیوں کے اس مشن نے مسلمانوں کے درمیان فتنے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کو ارتداد کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ایک مشن پاکستان کے زرمبادلہ سے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا مدعی ہو اور وہاں مسلمانوں کو مرزائی بنانے میں مشغول ہو۔ ایک ایسا شرمناک بلکہ ہولناک فعل ہے کہ اس کا تدارک نہ کرنا بھی خسران عظیم کا باعث ہے۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۷، مورخہ ۳؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۶...... خلیفہ ثالث کا عزم یورپ

مرزائی امت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد ۶؍جولائی ۱۹۶۷ء کو اپنے راج بھون سے یورپ کے لئے روانہ ہو گئے۔ حسن ظن بڑی اچھی چیز ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں اور ان کے ساتھ افراد کی ایک جماعت کو اس نازک مرحلہ میں سفر یورپ کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی غور کیا گیا ہے کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان بھی لندن میں ہیں۔ ادھر پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین مسٹر ایم ایم احمد بھی چار ہفتے کے لئے سرکاری دورے پر چلے گئے ہیں۔ مسٹر ایم ایم احمد بھی اس نبوت ہی کے فرزند ہیں۔ ہماری گذارش اتنی ہے کہ اس امر کا ضرور خیال رکھا جائے کہ خلیفہ ثالث کی ملاقاتیں کس رخ پر چلتی ہیں۔ وہ کن کن لوگوں سے ملتے، ان کے لئے کیا انتظام کئے جاتے اور ان کے سفر کی غایت کیا ہے۔ آواز حقیر سہی، لیکن دردمندانہ ہے اور ملک وقوم کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر عرض کیا گیا ہے۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۸، مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۷...... یہ راگنی بند کرو

ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں مرزائیل (اسرائیل کے شرعی وسیاسی ہم زلف) نے چھٹی مسجد ضرار تعمیر کی ہے۔ اس سے پہلے پانچ مسجدیں ایک لندن میں ایک ہالینڈ میں، دو مغربی جرمنی میں اور ایک سوئٹزرلینڈ میں چل رہی ہیں۔ ان کے نام خانوادۂ مرزائیل سے باہر کسی اور کے نام پر نہیں۔ صرف انہی کے نام پر ہیں۔ ڈنمارک کی مسجد کا نام مرزا غلام احمد کی بیوی نصرت جہاں کے نام پر رکھا گیا ہے۔ مرزا ناصر احمد نے آج کل سیاسی مشن پر یورپ کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس کا افتتاح فرمایا ہے۔ (الفضل ۲؍جولائی ج۲۱ ص۵۶ نمبر۱۶۳) میں اس کی روداد شائع ہوئی ہے۔ ہمیں اس روداد سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ کوئی اعتراض ہے۔ البتہ ان الفاظ سے ہمارے دل ودماغ کوفت محسوس کرتے ہیں کہ: ''اس مسجد کا نام حضرت ام المؤمنین کے نام نامی پر مسجد نصرت جہاں رکھا گیا ہے۔'' نصرت جہاں ام المؤمنین کیونکر ہو گئیں؟ پاکستان کے نو کروڑ

مسلمان بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس سے آگاہ نہیں بلکہ اس عورت کا نام بھی نہیں جانتے۔ امہات المؤمنین تو صرف رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ نصرت جہاں کو تو امہات المؤمنین کی لونڈیوں کے غلاموں کی غلام زادیوں سے بھی دور کی نسبت نہیں ہے۔ جب ہم مانتے ہی نہیں تو الفضل خواہ مخواہ نصرت جہاں کو ہماری ماں کیوں بنا رہا ہے؟ خدا کے لئے اس گستاخی کو بند کیجئے اور خدا کے غضب سے ڈریئے۔ افسوس! روکنا اور ٹوکنا بھی خطا ہو گیا ہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۳۱، مورخہ ۳۱ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۸...... مرزائی اور چٹان

مرزائیوں کی عادت مستمرہ ہے کہ مسلمانوں کے تعاقب سے بھاگتے وقت حکومت کی آڑ میں چلے جاتے اور ترپ کے پتوں کو لگا کر خود بی جمالو کی حیثیت سے تماشائی بن جاتے ہیں۔

آج کل ہمارے معاملے میں ان کا یہی شعار نمایاں ہو رہا ہے۔ ان کے تمام سرکاری ملازمین اپنی اپنی جگہ شست باندھ رہے ہیں۔ ہم ان سے غافل، حکومت کو یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ ہم نے گویا فرقہ واریت کے ساز سے کوئی نغمہ اٹھایا ہے۔ اپنی جماعت سے یہ کہا جا رہا ہے کہ چٹان ہی واحد آوازہ رہ گئی ہے۔ جس سے ہمیں گزند پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو اس کو ختم کرانے کے لئے اعضائے حکومت کو آمادہ کیا جائے۔ چنانچہ ان کے مختلف چہرے مختلف دروازوں پر دستک دے رہے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق چٹان کی شہ رگ پر چھری رکھوانے کے لئے الفضل نے اپنے اژدہوں کو متحرک کر دیا ہے۔

فرض کیجئے مرزائیت کی خوشنودی کے لئے چٹان کسی احتساب کا شکار ہو جاتا ہے اور الفضل کو بگٹٹ چھوڑ دیا جاتا ہے تو کیا یہ ملک وقوم کی خدمت ہوگی؟ قلم نہ رہا زبان سہی۔ مرزائیت نے یہ کیوں کر باور کر لیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے دینی احتساب سے محفوظ رہ سکتی ہے اور اس طرح اس کے سیاسی عزائم کو آب ودانہ مل سکتا ہے۔ ناممکن!

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۸، مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۱۹...... قادیانی ڈھولک اور......؟

قادیانی پریس، بالخصوص اس کا لاہوری لے پالک جس ننگے لہجہ میں ایڈیٹر چٹان کو گالیاں دے رہا ہے۔ ہمیں اس پر حیرت نہیں یہ مرزاغلام احمد قادیانی کی خلقی سنت ہے۔ گذارش یہ ہے کہ مغربی پاکستان کی پریس برانچ ضرور پڑھا کرے۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جس وزیر کے پاس یہ محکمہ ہے وہ ہمارے بارے میں خوش رائے نہیں اور ہمیں بھی اس کے بارے میں حسن ظن نہیں۔ لیکن ہم اس محکمہ کے دوسرے تمام افسروں سے حسن ظن رکھتے ہوئے یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ لب ولہجہ کو نوٹ کرتے جائیں اور مذاق سلیم سے فیصلہ کریں کہ اس نبوت کی تحریر میں متانت ہے یا ہم ایسے حلقہ بگوشیاں ختم المرسلین کا لب ولہجہ شریفانہ ہے۔

ہم نے ہمیشہ محسوس کیا کہ جب ہمارا قلم ترکی بہ ترکی چلا ہے تو پھر خفتگان بیدار نے کروٹ لی ہے۔ یہ اصول غلط ہے کہ ہم مرزائیت کا علمی اور دینی محاسبہ کریں اور یہ لوگ ننگی گالیاں دیں اور جب ہم انہیں گالی ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں تو حکومت میں مرزائی اثرات ہمارے خلاف استعمال ہوں۔

مرزائیوں سے ہمارا کوئی شخصی یا جماعتی تنازعہ نہیں۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ:

۱...... مرزائی اپنی مصنوعی نبوت کے کاروبار کو بند کریں۔ ورنہ مسلمانوں سے الگ ہو جائیں۔

۲...... مرزائی اسلام کی مقدس اصطلاحات کو استعمال نہ کریں۔ مثلاً اپنی عورتوں کو امہات المؤمنین یا سیدۃ النساء نہ لکھیں۔ اس سے ہمارا خون کھولتا ہے۔

۳...... مرزا غلام احمد کی دشنام آلود کتابیں ضبط کی جائیں۔

۴...... مرزائیوں کو تبلیغ اسلام کے نام پر کوئی زرمبادلہ نہ دیا جائے۔

۵...... ۲۵؍جون الفضل کے شمارے میں کسی قاضی محمد عبداللہ کے بیمار پڑنے کی خبر چھپی ہے۔ کہا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! کیا یہ اسلام کی مقدس روایتوں اور اصطلاحوں پر ڈاکہ نہیں۔

۶...... ہمارا دعویٰ ہے کہ قادیانی امت ایک سیاسی جماعت ہے جو مقتدر اعلیٰ کی رائے کو سواد اعظم کے خلاف زہر آلود کرنا اپنا دھرم سمجھتی ہے۔

ہم ہر جگہ ثبوت دینے کو تیار ہیں۔ لیکن ہمیں طرح طرح کی گالیاں دی جارہی ہیں اور انہیں کوئی ٹوکتا نہیں۔ ہمیں قادیانی حکام کی لیپاپوتی معلوم ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے چٹان مٹ جائے، شورش کاشمیری فنا ہو جائے۔ اس کی اولاد کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن ہم رسول، اہل بیت اور صحابہ کے بارے میں ان کی بھونڈی نقلیں ایک لحظہ کے لئے بھی سہ نہیں سکتے۔ نزع تک یہی ہوگا۔ مرزائیوں کے تعاقب میں ظفر علی خانؒ، علامہ اقبالؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی روحیں زندہ جاوید ہیں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰ ش۲۷، مورخہ ۳؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۲۰......اقبال کے بگلا بھگت

علامہ اقبالؒ نے عمر بھر شاہینوں کی آرزو کی اور نوجوانوں کو مرد کامل کے اوصاف پیدا کرنے کی دعوت دیتے رہے۔انہیں عقاب اس لئے عزیز رہا کہ آزاد فضا میں اڑتا بلند پرواز ہوتا، مردہ شکار نہیں کھاتا، آشیاں نہیں بناتا اور پرندوں میں سب سے زیادہ غیرت مند ہے۔لیکن اقبال کے نام پر جن لوگوں نے اکیڈمیاں بنائی ہیں ان میں بگلا بھگت زیادہ ہیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ اقبال ان بگلا بھگتوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ ہمارے سامنے کراچی کی مجلس اقبال کا وہ مطبوعہ کتابچہ ہے جس میں تین چوتھائی اشتہارات باقی رطب ویابس ہے، یا پھر خاص دوستوں کا چرچا کرنے کے لئے اقبال کے ملفوظات دو تین پرانے خطوط اور ایک کتاب سے اقتباس اس میں ہے کیا؟ علامہ اقبال کھاتے کیا تھے؟ پہنتے کیا تھے؟ انہوں نے ساری زندگی میں تین دفعہ کوٹ پہنا۔علی بخش ان کے لئے موٹا جھوٹا خرید لاتا تھا وغیرہ۔ علامہ اقبالؒ کے حقیقی دوستوں کا بیان ہے کہ اس کا نوے فیصد حصہ غلط ہے اور جن صاحب نے علامہ اقبالؒ کے کوٹ کی روایت بیان کی ہے وہ علامہ اقبالؒ کے ہاں جا ہی نہیں سکتے تھے۔کبھی ایک آدھ پھیرا ڈالا ہو تو الگ بات ہے اور اگر یہ درست بھی ہو تو رطب ویابس پر روپیہ ضائع کرنے سے فائدہ۔ آرٹ پیپر کا بے ڈھنگا مصرف ہے۔صحیح مصرف تو اقبال کے افکار کی ترویج واشاعت ہے۔جس سے بگلا بھگت بھاگتے ہیں۔کیا ان لوگوں کو علم ہے کہ مرزائی امت کی دونوں شاخیں علامہ اقبالؒ کے خلاف، یاوہ گوئی میں منہمک ہیں اور بگلا بھگت اپنے گریز وفرار سے ان کی تقویت کا باعث ہو رہے ہیں۔

لاہوری پارٹی کے ایک ماہنامہ ”روح اسلام“ نے مئی کے شمارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دفاع میں علامہ اقبال کے زمانہ طالب علمی کی ایک نظم شائع کی ہے۔یہ نظم خود ساختہ ہی نہیں بلکہ پھسپھسی ہونے کے علاوہ لغو بھی ہے۔اس قسم کے شوشے چھوڑنا مرزائیوں نے اپنا وظیفہ حیات بنالیا ہے۔لیکن بگلا بھگت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔کوئی صاحب دل اس پر روشنی ڈالیں گے کہ گریز وفرار اور اغراض اجتناب کی وجہ کیا ہے؟

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰،ش ۲۲،مورخہ ۲۹رمئی ۱۹۶۷ء)

## ۲۱......نقل کفر، کفر نباشد

احتساب محو خواب ہے۔لہٰذا مرزائیل بگٹٹ ہے۔مجلس خدام الاحمدیہ کے ترجمان ماہ نامہ خالد ربوہ کے شمارہ جولائی ۱۹۶۶ء میں مرزا غلام احمد کے ”چشم وچراغ“ اور خدام الاحمدیہ کے

صدر مرزا رفیع احمد کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے۔ خبر یہ ہے۔ خالد ربوہ ۱۳ر جولائی ۱۹۶۶ء

**''ہمارا مقصد یہ ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے محمد پیدا کریں**

دنیا کی نجات محمدیت میں ہی ہے۔

قائدین اضلاع سے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا خطاب''

نعوذ باللہ! اس گستاخی کے بعد کوئی حد گستاخی کی رہ جاتی ہے؟ صرف امتناع نظیر کی بحث پر آج تک علمائے بریلی نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی پر اپنی نیام خطابت سے تکفیر کی تلوار کھینچ رکھی ہے۔ حالانکہ واقعہ صرف اتنا تھا۔

مولانا قاسم نانوتوی سے دریافت کیا گیا کہ: ''اللہ تعالیٰ کو ہر باب میں قدرت کاملہ حاصل ہے۔'' فرمایا: ''بے شک۔'' پوچھا گیا: ''تو کیا اللہ تعالیٰ دوسرا محمدؐ پیدا کر سکتے ہیں؟''

جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ دوسرا محمدؐ پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں قدرت کاملہ حاصل ہے۔ لیکن اب وہ دوسرا محمدؐ پیدا نہیں کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نبوت ختم کردی اور ان کی ذات سلسلۂ انبیاء کی آخری حجت ہے۔''

بس، اس جواب پر آج تک، دیوبند کے اس عظیم وجود کو بریلی کے مکتب فکر نے قہر وغضب کا نشانہ بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد کی نظیر ہی پیدا نہیں کر سکتے۔ مولانا قاسم نانوتویؒ نے یہ کہا کیوں؟

چونکہ دیوبند اور اس کے بانی یہاں اجنبی ہیں۔ انہیں کوئی طاقت حاصل نہیں۔ اس لئے ان کے خلاف سیاسی قہر پیدا کیا گیا۔ مرزائیل طاقتور ہے۔ لہٰذا اس کے ترجمان ہر دینی قدغن سے آزاد ہیں۔ حوصلہ ملاحظہ ہو کر مرزائیل نے چھوٹے چھوٹے محمد پیدا کرنا اپنا مقصد قرار دیا ہے۔ اس خوفناک جسارت کا جواز اور اس خطرناک گستاخی کی حد؟ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

کیا مسئولین کو معلوم نہیں بقول اقبال۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

مرزا رفیع احمد نے اس تقریر میں اپنے دادا ابا مرزا غلام احمد کے متعلق کہا ہے۔ آپ کو وہ مقام عطاء ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب انبیاء میں آپ کا بلند تر مقام ٹھہرا۔ دیکھا آپ نے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محمد کے بعد اب دوسرا محمد نہیں ہو سکتا۔ لیکن قادیانی جماعت چھوٹے چھوٹے محمد پیدا کرے گی۔

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو...... اور مرزا غلام احمد قادیانی سب انبیاء میں بلند تر؟ انا

لللہ وانا الیہ راجعون !باغیوں سے رواداری کا سبق دینے والے اپنے گریبانوں میں جھانکیں۔ وہ کس منہ سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوں گے؟

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰ ش ۳۱، مورخہ ۳۱ رجولائی ۱۹۶۷ء)

## ۲۲......چکنی داڑھی منفی چہرے

الفضل کا لاہوری فرزند بے قابو ہو گیا ہے۔ ہر ہفتہ درثمین کے انداز میں گالیاں بکے جا رہا ہے۔ کوشش اس کی یہ ہے کہ ہم اسے منہ لگائیں اور وہ اپنی قیمت بڑھائے۔ قیمت لگ چکی ہے۔ سرکاری اشتہار، مرزائی اداروں کی سرپرستی، پھر جہاں تہاں قادیانی بیٹھے ہیں اپنا صدقہ اور زکوٰۃ اس کو دے رہے ہیں۔ پرچہ مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ افسروں، ججوں اور دوستوں کے ہاں حقے کی نے بنا ہوا ہے۔

غرض بوبک حجام کو جو چاہیے تھا مل گیا۔ سکت کہاں؟ کہ بتاشوں کی طرح بٹتا رہے۔ خواہش یہ ہوگی کہ روٹیاں توڑتا رہے۔ سو قسمت جاگ اٹھی ہے۔ ہم اس کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ آموختہ دہراتا رہے۔ جواب اس کو دیا جاتا ہے۔ جس کی عزت یا حیثیت ہو۔ برأت پر سہرا پڑھنے سے کوئی شخص معزز نہیں ہو جاتا۔ ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔ شوق سے بکتے رہیے۔ بلکہ ہنہنائیے۔ ذرا زور سے ہنہنائیے۔ آپ کے متنبّی کی سنت ہے۔

جس شخص کی آنکھ کا پانی مر چکا ہو اس سے مختلف زبان کی توقع ہی عبث ہے۔ اس طائفہ کا انحصار ہی دشنام ہے۔ جس کی دم اٹھائی مادہ، جسے پایا ٹھگ، کھال اوڑی بال روکھے، کہے کون؟ کہ آج کے تھپے آج ہی نہیں جلا کرتے۔ پیچوان کا دھواں ہے اڑنے دو۔ اختر بختر کھول رکھا ہے۔ ہچکا عبدالسلام خورشید کے ہاتھ میں ہے۔ ڈور کی چرخی مرزا بنو کے ہاتھ میں۔ مرزا کدال پشت پر ہیں۔ مرزا چڑیا کھونٹیوں میں پانی اتار رہے ہیں۔ مرزا جھرجھری کی شہ پر وتادی اور سہ تادی تکلیں بڑھا رکھی ہیں۔ غرض ہر چگی داڑھی ان کے ساتھ ہے۔

جی ہاں گڈی اڑانا مشکل نہیں۔ مرزائی الفن ہمیشہ ہی کٹتی ہے۔ ہم نے پیچ لڑایا تو اس کنکوے سے نہیں۔ مرزا رنگیلے اور مرزا رسیلے سے دو دو ہاتھ ہوں گے۔ یہ بیچارہ تو لنڈوری بن پنچھلا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ٹمپل روڈ کا ادھا کہہ لیجئے۔ ادھر پیٹا چھوڑا، ادھر ڈوریں زمین تک لٹک آئیں گی۔ بھلا کانے پتنگ میں بوتا کہاں کہ جھونک سنبھال سکے۔ ہم طرح دے رہے ہیں۔ لیکن یہ پرنالے کی طرح دھائیں دھائیں بہہ رہا ہے۔

ہذیان اس بری طرح اس کو چمٹا ہے کہ زبان لگا تار مغلظات اگلتی جارہی ہے۔ مثلاً ایک اس نے گالیوں کی بوچھاڑ لگادی ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام محاورے، اشارے، کنایئے تھمسیں اور رمزیں اڑائی ہیں۔ جن کے بارے میں ایک ثقہ راوی کا خیال ہے کہ میر ناصر نواب دہلوی نے عقد کی شرینی میں ساتھ کردی تھیں۔ اس بازار کا خلجان عموماً اس بے سرے کو رہا ہے۔ حالانکہ جس ٹہنی کا یہ پتہ ہے اس کی جڑیں چاوڑی سے پھل پھول لائی تھیں۔ گالی دینا شیوہ شرفاء نہیں۔ نہ ہفوات بکنا ہی ادب وانشاء ہے۔ سوالات بنیادی تھے۔ جوابات استادی ہیں۔ چٹان نے آپ کی عزت وآبرو حملہ نہیں کیا۔ کوئی ایسی بات نہیں کہی جو محض گالی ہو۔ لیکن آپ کو دشنام کے سوا سوجھتا ہی نہیں۔ آپ نے لکھا ہے۔ ''کوئی چنڈی داس یا پر بودھ آپ کو چار چھ ماہ کی خرچی دے کر شکار دیتا تھا۔''

مسیح موعود کے اس انداز میں بھی جواب دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ صحافت نہیں سخافت ہوگی۔ خرچی ہی کا شوق ہے تو ربوہ سے رجوع کیجئے اور مبشر اوّلاد سے پوچھ کر فرمایئے کہ مہدی موعود جب دوسری شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے تو بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ ۵۶ سطر ۱۵ حافظ حامد علی اور لالہ ملاوامل کو ساتھ رکھا تھا۔ ان لالہ ملاوامل کا ایک نبی کی شادی سے کیا تعلق تھا؟ ملاوامل کے نام پر بھی غور کیجئے۔ معانی کی بہت سی گرہیں کھلتی جائیں گی۔ ہم سے نہ کہلوایئے ہم وہ زبان استعمال نہیں کر سکتے جو آپ کے سلطان القلم کی زبان ہے؟ البتہ یہ بات ضرور ذہن میں رکھئے کہ ۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

چنیوٹ میں ایڈیٹر چٹان کی تاریخی تقریر سے آپ کو قرا قر اٹھا۔ آپ نے گالیاں دیں۔ ہم نے اغماض کیا۔ آپ نے ہمارے اغماض کو اپنے لئے حیا تین سمجھا اور غرّانے لگے۔ ہم نے پھر بھی منہ نہ لگایا۔ آپ نے ننگی گالیاں بکیں ہم نے معذور سمجھا کچھ نہ کہا۔

محسوس ہوتا ہے آپ شرفاء کی زبان ہی نہیں سمجھتے۔ اچھا صاحب! اور گالیاں دے لیجئے۔ جی بھر کر دیجئے۔ بہشتی مقبرے پر فاتحہ پڑھ کر الایئے۔ چشم ماروشن چشم ماشاد، لیکن ہم نے دہلی کے میر ٹوٹرو کا تانابانا کھولا تو نہ صرف خرچی کا مفہوم آپ کے ذہن پر اچھی طرح نقش ہو جائے گا۔ بلکہ ربوہ کی اقلیدسی شکلیں بھی دانت نکوس دیں گی۔ خدا جانے آپ کس کھونٹے پر ناچ رہے ہیں؟ ضرور ناچئے اس کھونٹے پر! یہ کھونٹا آپ ہی کے لئے ہے۔ دہلی مرحوم کا محاورہ ہے۔

سیاں بھے کوتوال اب ڈر کاہے کا

لیکن جس نبوت یا خلافت کو آپ جیسے قلمکار (بروزن اداکار) مل جائیں اس کی ہڈیاں بھی چٹخنے لگتی ہیں۔ عزتیں برابر کی چیز ہیں۔ اپنی زبان، اپنے قلم، اپنے الفاظ، اپنی نگارش غرض ایک ایک چیز پر غور کر لیجئے۔ انسانوں کی طرح گفتگو کیجئے۔ ہم نے چھیڑا تو آقایان ولی نعمت سے شکایت نہ کیجئے گا۔ اس وقت تو آپ بے توا کا سونٹا بنے پھرتے ہیں۔ نہ بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کی لاج۔ ہم نے قلم اٹھایا تو پھر لیچی اور ملائی کی طرح نرم زبان نہیں چلے گی۔ اصطبل میں بندھے رہئیے آپ کی کون سی چیز چھپی ہوئی ہے کہ آپ مور پنکھی ناچ پر اتر آئے ہیں۔

احرار کا نام وضو کر کے لیا کیجئے۔ آپ کو سالک صاحب کا درد بھی اٹھا ہے اور آپ نے ایک فرضی خط میں تلی فرمائی ہے۔ خورشید سلمہ کو بھی ہم مشورہ دے چکے ہیں۔ آپ سے بھی گذارش ہے کہ سالک صاحب کی نمائندگی نہ کیجئے۔ انہیں قبر میں آرام کرنے دیجئے۔ ہم نے سالک صاحب کا ذکر کیا تو اس لئے کہ شائد بیٹے کو غیرت ہو اور بات کے احترام میں ان کے دوستوں کا ذکر کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھے۔ بکنا ہے تو ہمارے خلاف بکئے۔ خوب بکئے، کھل کے بکئے۔ غصہ ایڈیٹر چٹان پر ہے گالیاں مولانا آزاد کو دے رہے ہو۔ مولانا حسین احمد پر زبان کھولنے سے توبہ کیجئے توبہ! ان مرحومین کا اس بحث سے کیا تعلق؟ مولانا آزاد وہی ہیں جن کے آستانہ پر آپ قادیان کے بہشتی مقبرے کی حفاظتی بھیک مانگنے دہلی گئے تھے۔ مولانا حسین احمد کی ہتک کر کے آپ کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ تحریک پاکستان کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائیے۔ آپ کا اس سے کیا تعلق؟ کسی قادیانی کا نام لیجئے جو تحریک پاکستان میں شامل تھا۔ صف اوّل، صف ثانی یا صف ثالث کے لیڈروں میں تھا؟ زعیم تھا؟ کارکن تھا۔ لیگ کے ٹکٹ پر کسی اسمبلی کا ممبر منتخب ہوا؟ قادیانی لیگ کا نام لیں تو یوں محسوس ہوتا ہے ابولہب مسلمان ہو گیا ہے۔

الفضل کے لاہوری فرزند نے اپنے پر بودھ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جناب والا منہ نہ کھلوائیے۔ بودھ گورداسپور کے حلقہ سے جس میں قادیان بھی ہے شروع سے صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں۔ آپ انہیں مسلسل ووٹ دیتے اور ان کی وزارتوں سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا بہشتی مقبرہ ان کی طفیل بچا تھا۔ تفصیلات درکار ہیں؟

آپ کا یہی لہجہ رہا تو سب کچھ حاضر کر دیا جائے گا۔ اصل مطالبہ ہمارا آپ سے یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے نام ادب سے لیجئے۔ ورنہ اس حقیقت سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ خود کاشتہ پودے کا ایک ایک فرد چھلنی ہے یا چھاج!

ربوہ والو! علامہ اقبالؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کا نام ادب سے لو ادب سے! ورنہ بے پیندے کے بدھنو، تمہارے ٹھیکرے بھی ہو سکتے ہیں۔

حد ہے کہ جب کبھی ان سے سیدھا سادا سوال کیا جائے اس امت کا سارا کنبہ بدگوئی پر اتر آتا ہے؟ انہیں اپنی آبرو زیادہ عزیز ہے؟ اور کوئی شخص آبرو نہیں رکھتا؟ ہر ایک قلمکار کے خط وخال ہمیں معلوم ہیں۔ عبدالسلام خورشید آج اس تھیٹریکل کمپنی کا پلے بیک سنگر ہے۔ لحاظ اس وقت تک ہوسکتا ہے جب تک اس کلال کی زبان حدود میں ہو۔ اب اگر زبان بدرنگ ہوگئی ہے تو اس کی گراریاں درست کرنا ہمارا فرض ہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۲۹، مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۲۳......سکاٹ لینڈ یارڈ کے گماشتے

کیا ہندوستان کی پاکستانی سرحد پر کسی مسلمان کو بھارتی شہری بن کر رہنے کی اجازت ہے؟ بالکل نہیں اور کبھی نہیں۔ سترہ روزہ جنگ میں بھارتی جارحیت کے جواب میں پاکستان کی فضائیہ نے جن ہوائی اڈوں کو نشانہ بنایا ان میں پٹھان کوٹ کا ہوائی اڈہ بھی تھا۔ جو قادیان سے ہم آغوش ہے۔ پھر وہاں قادیانی امت کے ۳۱۳ درویش کس طرح رہے؟ اور انہیں وہاں رہنے کی اجازت کیونکر ملی؟

آج تک ربوہ کی خلافت نے اس کی صراحت نہیں کی۔ اگر حکومت پاکستان کو مرزائی امت نے یہ تأثر دے رکھا ہے کہ ان کا وہاں رہنا پاکستان کے لئے مفید ہے تو معاف کیجئے ہندوستان کی حکومت اناڑی نہیں اور اگر ہندوستان کی حکومت انہیں اپنے لئے مفید سمجھتی ہے تو ربوہ کا دوغلہ نظام سیاسی نگرانی کا مستحق ہے۔

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ لیکن قادیان میں ۳۱۳ مرزائیوں کا مستقل قیام اور ربوہ سے ان کا رابطہ جانبین میں سے کس کے لئے مفید ہے؟ اندریں حالات یہ بات اور بھی خطرناک ہوجاتی ہے کہ بھارت پاکستان کا دشمن نمبر ایک ہے۔ ایک دشمن ملک میں ایک سیاسی خلافت کے پیروؤں کا قیام یا تو سیاسی کہہ مکرنی ہے یا پھر سیاسی معمہ جس کو اندریں حالات حل کرنا ازبس ضروری ہوگیا ہے۔

غور فرمائیے! بھارت ہماری کٹا چھنی اور شدید کٹا چھنی لیکن مرزائی مشن کو ہندوستان

میں قیام کی اجازت دولت مشترکہ کا فیضان ہے یا مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمات کا صلہ اور چوہدری ظفر اللہ خان کے رسوخ کا شعبدہ؟

عربوں کا اس وقت خونخوار دشمن کون سا ہے؟ اسرائیل۔ کسی اسلامی ملک نے دینی غیرت کے پیش نظر اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا اور نہ اسرائیل میں کوئی مسلمان رہ سکتا ہے۔ جن عربوں کی یہ سرزمین ہے۔ انہیں چن چن کر اس مقدس سرزمین سے نکالا جا رہا ہے۔ جرم ان کا یہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لیکن قادیانی مشن ہے کہ اسرائیل میں قائم ہے کس غرض سے؟ جب پاکستان نے اسرائیل سے تعلق قائم نہیں کئے اس کا سفارتی مشن وہاں نہیں تو قادیانی مشن کس کی اجازت سے وہاں قائم ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ کن لوگوں میں تبلیغ کر رہا ہے؟ کیا ان یہودیوں کو دعوت دینے گیا ہے جو اپنی مملکت کو مستحکم کرنے کے لئے تمام عصبیتوں کے تحت وہاں اکٹھے ہیں۔

ایک دفعہ نہیں بار بار غور کیجئے قادیانی مشن کو ہندوستان میں کھلی چھٹی ہے۔ وہاں پاکستان کی شہ رگ پر بیٹھا ہے۔ ادھر اسرائیل میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پاکستان کے خلقی دشمن بھارت اور اسلام کے خلقی دشمن اسرائیل سے۔ قادیانی مشن کا عقد کس نے باندھا؟ ہماری معلومات کے مطابق اسرائیل میں قادیانی مشن صیہونیت کی دماغی تربیت حاصل کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور کون سی غایت ہوسکتی ہے۔ کیا یہودی مرزا غلام احمد کو نبی مان لیں گے۔ جنہوں نے مسیح علیہ السلام کو پھانسی پر کھنچوایا اور جس قوم کی فطرت میں اللہ کے حقیقی نبیوں کی نافرمانی لکھی گئی ہے۔ جس قوم کو نبیوں کا قاتل کہا گیا کیا وہ قوم مسیح کی برطانوی امت کے ایک ساختہ پرداختہ نبی کی پیرو ہوگی۔ ناممکن!

تو پھر ان عربوں کو مسلمان بنانے کے لئے یہ مشن قائم کیا گیا ہے جو محمد ﷺ کے حلقہ بگوش ہیں۔ عرب محمد ﷺ کو چھوڑ کر غلام احمد کے متبع بن جائیں گے۔ ناممکن!

ظاہر ہے کہ قادیانی امت اور اس کے مختلف مشن یا تو سکاٹ لینڈ یارڈ کے گماشتوں کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں کام کر رہے ہیں یا پھر ''مصلح موعود'' کی تحریک پر ان کے دماغ میں اپنی ریاست قائم کرنے کا جو منصوبہ نامرادی کے مرحلے طے کر رہا ہے یہ مشن اس کے تحت اپنا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک قادیانی سول جج نے اپنے حلقہ احباب میں بیان کیا کہ نبوت کو طاقت بننے کے لئے مملکت کی ضرورت ہوتی ہے۔ فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ ٹیکن

کی طرح ربوہ قادیان کی خصوصیت قائم ہو جائے۔ خلیفہ ثالث کی وہی حیثیت ہو جو ہز ہولی نس پوپ کی ہے۔ پوپ کے سفراء مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہم اپنے مختلف الملکی مشنریوں کی یہی حیثیت چاہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ افسوس ہے کہ حکومت ابھی تک اس جماعت کے سیاسی ارادوں کا جائزہ نہیں لے رہی۔ ہمیں اس کے وجوہ معلوم ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس امت کے افراد، حکومت کو ان لوگوں سے کس طرح بدظن کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھ ان کی شہ رگ پر ہیں اور جو اس سیاسی امت کے خدوخال کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

ٹائن بی نے لکھا ہے کہ اسرائیلی اس وقت فتح کے نشہ میں ہیں۔ لیکن ان کا یہ نشہ جلد اتر جائے گا۔ پھر انہیں خمار ٹوٹتے ہی ابکائیاں آنی شروع ہو جائیں گی۔ تب وہ عربوں کے محاسبہ سے بچ نہیں سکتے ہیں۔

یہی حالت قادیانیوں کی ہے۔ بے شک انہیں اس وقت رسوخ حاصل ہے۔ انہوں نے ملک کی سیاسی فضاء سے فائدہ اٹھا کر اپنے بال و پر پھیلا رکھے اور شرلک ہومز کے جاسوسی کرداروں کی طرح کام کرتے ہیں۔ تاہم ان کا خمار دیرپا نہیں۔ پاکستان کو نہ ان کے متنبی کی ضرورت ہے نہ ان کی خلافت درکار ہے۔ نہ ان کے مصلح موعود کی مسخرگی پر ایمان لا سکتے ہیں اور نہ خلیفہ ناصر کی آڑانیں مطلوب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ مرزائی اپنے خدا سے معافی مانگیں۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جھک جائیں اور توبہ کریں کہ انہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم المرسلینی کے دامن پر مقراض رکھ کر خوفناک جسارت کی ہے۔ ورنہ یہ حقیقت نوٹ کر لیں کہ ان کی ریاست دوزخ کے سوا اور کہیں قائم نہیں ہو سکتی ہے۔

صدر مملکت نے عربوں کے لئے جو ریلیف فنڈ قائم کیا ہے۔ اس میں مرزائی امت نے بھی ۱۵ ہزار روپیہ بھیجا تھا۔ اس روپیہ کی رسید کے ساتھ صدر کی طرف سے ڈپٹی سیکرٹری مسٹر اے وحید نے جو خط لکھا ہے الفضل ۱۸؍ جولائی ۱۹۶۷ء کے صفحہ اوّل پر شہ سرخی کے ساتھ چھپا ہے۔ اس خط کا اصل متن انگریزی میں ہے۔ اردو ترجمہ مرزائیوں نے کیا ہے۔ تیسرے پیرا کا ترجمہ ہے۔

ا...... صدر کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کے تمام اراکین کو تحریک فرمائی ہے کہ وہ اس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں اور دعاؤں پر بھی زور دیں۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے یا اس میں تحریف کی گئی ہے۔ صدر مملکت کبھی اس جماعت کے سرخیل کو حضرت امام لکھنا پسند نہیں کریں گے اور نہ انگریزی خطوط میں اس طرح حضرت لکھا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سٹینو سے غلطی ہوگئی ہو یا کسی قادیانی نے قلم سے فائدہ اٹھالیا ہو۔ (چٹان)

## ۲۴......عجمی اسرائیل

کرہ ارضی کی ہر عنوان سے تذلیل ہے
قادیاں! مابین ہندوپاک اسرائیل ہے
میرا یہی لکھنا کہ ربوہ کی خلافت ہے فراڈ
خواجہ کونینؐ کے ارشاد کی تعمیل ہے
دم بریدہ ہفتگی، یک چشم گل اس کا مدیر
مصلح موعود کے الہام کی تکمیل ہے
اہلیہ مرزاغلام احمد کی ام المؤمنین
ہے کہاں قہر خدا؟ قہر خدا میں ڈھیل ہے
کیا تماشا پیمبر بن گیا عرضی نویس
گفتنی اجمال ہے نا گفتنی تفصیل ہے
کاسہ لیسی کا حصارہ، مخبری کا زہر ناب
ان سیاسی مغبچوں کے خون میں تحلیل ہے
قادیاں والو قیامت ہوں تمہارے واسطے
میرے رشحات قلم میں صور اسرافیل ہے
اپنی تحریر میں اسلام کے عنوان سے
شاعر مشرق نے جو لکھا ہے سنگ میل ہے
میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے قادیان کے باب میں
پارۂ الہام ہے آوازۂ جبریل ہے

(شورش کاشمیری)

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۳۱، مورخہ ۳۱/جولائی ۱۹۶۷ء)

(نوٹ) یہاں پر ''مرزائیل'' نامی کتاب ختم ہوگئی ہے۔ اس کے حوالہ جات کی تخریج — کے لئے چٹان کی فائل ۱۹۶۷ء سے آغا شورش کاشمیریؒ کے جو رشحات قلم سے ملے وہ بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ (مرتب)

## ۲۵......ظفر علی خان اکادمی کا قیام

پاکستان میں اس امر کا نوٹس کبھی نہیں لیا گیا کہ ایوان حکومت سے امداد حاصل کر... کے لئے یہاں معمولی افراد کو بھی، قومی ہیرو، ادبی راہنماء، علمی شہ دماغ اور فکری پیشوا بنایا جا... ہے۔ لیکن جن لوگوں نے ملک وقوم کی واقعی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن سے دین وادب او... ونظر کو فائدہ پہنچا ہے وہ التزاماً ملک وقوم کے ذہن سے خارج کئے جارہے ہیں۔ ان کا تذکرہ...

ایسے لوگوں نے زبان وقلم کے نرغے میں لے لیا ہے۔ جن کا اپنا وجود مشتبہ ہے اور جو روایات وسیاسیات میں بلاخوف تردید، کرنل لارنس کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہاں سب سے زیادہ مظلوم وہ شخصیتیں ہیں جن کی عمریں برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں گزریں۔ جن کے قلم سے حق کی اشاعت ہوئی۔ جن کا جہاد افراد وافکار باطلہ کے خلاف رہا۔ جنہوں نے دین حقہ کے چراغ روشن رکھے۔ ان کی جگہ کون لوگ آگئے آتے؟ وہی لوگ جو اس جدوجہد کے زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوتے تھے۔ جن کا قلم بازار میں فروخت ہوتا رہا۔ جن کی خدمات حکومت انگریزی کے حوالے تھیں۔ جنہوں نے تلبیس کے فرائض انجام دینے جو کمیروں کی حیثیت سے سرکاری نگارخانوں میں کورنش بجالاتے رہے۔ یہ ایک قومی المیہ اور ملی سانحہ ہے یہ ایک ادبی حادثہ اور فکری استہزاء ہے۔

علامہ اقبالؒ کا تذکرہ کیا جارہا ہے تو ان کا معاملہ دوسرا ہے۔ انہیں تسلیم کئے بغیر ان کوتاہ کاروں کی ویرانی ختم ہی نہیں ہوتی۔ تاہم اقبال کو بھی نقب لگائی جارہی ہے۔ جو روپیہ سرکاری خزانے سے اقبال کے نام پر قائم شدہ اداروں کو ملتا ہے۔ اس کا مصرف صحیح نہیں ہورہا۔ کراچی کی مجلس اقبال میں ایک آدھ سے قطع نظر سرے سے کوئی عالم ہی نہیں۔ وہاں کسی شخص کی بصیرت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ لاہور کی بزم اقبال نے اقبال پر جو کچھ شائع کیا ہے وہ ننانوے فیصد ناقص ادھورا بدمزہ اور روح اقبال کے منافی ہے۔ مجلس اقبال کراچی، کے شائع کردہ لٹریچر کا بیشتر حصہ افسوسناک ہے۔ کسی مصنف مؤلف یا مرتب نے موضوع ومقصد کے علاوہ غوروفکر سے کام نہیں لیا۔ اقبال عمر بھر شاہینوں کو سبق دیتے رہے۔ لیکن ان کے افکار پر بگلا بھگت قابض ہوگئے ہیں۔ جو اقبال کے نام پر خود نمایاں ہونا چاہتے۔ یعنی اقبال کی آڑ میں اپنے آپ کو چمکانا چاہتے ہیں۔ ان کا محاسبہ کرنے والا کوئی نہیں۔ حکمران علمی محاسبہ کرنہیں سکتے۔ وہ ان کے کشکول میں روپیہ ڈال سکتے ہیں۔ محاسبہ صرف اہل علم کرسکتے ہیں اور وہ مدت سے علم کے اس مذبح میں خاموش ہیں۔

جو افسر بھی ریٹائرمنٹ کے قریب آتے اور اس کی توسیعی ملازمت کے دن پورے ہونے لگتے ہیں۔ وہ اس قسم کا کھڑاک رچا کر بزعم خویش دانشور مفکر بن بیٹھتا ہے۔ پھر انجمن ہائے ستائش باہمی کے ارکان اس کی شخصیت کو منفعتی تعریف وثناء کے سانچے میں ڈھالنے لگتے ہیں۔ علامہ اقبال کی اصل تعلیمات کے خلاف ایک زبردست تحریک باطنی طور پر شروع ہوچکی ہے۔ اس کا ایک مرکز تو کراچی کی مجلس اقبال ہے جس نے اقبال کے مصنوعی روح شناس پیدا کرکے بعض عجیب الخلقت لوگوں کے لئے رزق ومعیشت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ

مرزائیت اقبال کے دینی کارناموں کو پس پشت ڈلوا کر ان کے ذاتی پہلوؤں یا صرف شعری کارناموں کو باقی رکھنا چاہتی ہے اور وہ بھی بہ امر مجبوری۔ کیونکہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اقبال کے فکری آثار دین سے لگاؤ اور قادیانی عقائد کے تعاقب کو بالکل ہی سبوتاژ کیا جا رہا ہے۔

اقبال، علی بخش نہیں کہ ہر سال اس کی نمائش کی جائے یا اقبال کے نام پر چند مسیلمہ جمع کر لئے جائیں اور کہا جائے کہ انہیں اقبال سے دوستانہ قرابت رہی ہے۔ اقبال کے نام پر سب سے بڑا حادثہ یہ ہے کہ ان کا بھتیجا اعجاز احمد مرزائی ہے۔ وہ اپنے چچا کا نہیں مرزا غلام احمد کا متبع ہے۔ ذرا اس سے گفتگو کر لیجئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ وہ اقبال کے افکار کو کس حد تک تسلیم کرتا ہے۔ یہ گویا روح اقبال سے ایک زبردست انتقام لیا جا رہا ہے۔

اقبال کے علاوہ اور کسی بھی ہم عصر فکری راہنما اور ادبی شخصیت کے افکار و نظریات اور اس کی خدمات یا کارناموں کا تذکرہ نہیں ہو رہا۔ بلکہ مرزائی اثر و رسوخ اس راستے میں سختی سے مزاحم ہے۔

ظفر علی خان اور زمیندار نے دین، ادب، صحافت، انشاء، سیاست اور قومی بیداری میں زبردست کام کیا ہے۔ اگر پنجاب مرحوم میں قدرت انہیں یہ فرض نہ سونپتی تو ممکن تھا کہ مغربی پاکستان کا بیشتر علاقہ سیاسی طور پر غیر متحرک رہتا اور قومی زبان سے وہ لگن پیدا نہ ہوتی جو آج اردو کو پنجاب میں حاصل ہے۔ لیکن مرزائی اثر و رسوخ نے پاکستان کی مختلف حکومتوں کو ادب و دین کی تاریخ سے ان کی ناواقفیت کے باعث ظفر علی خان کی طرف آنے ہی نہیں دیا اور نہ کوئی ادارہ یا مجلس قائم ہونے دی جو مولانا ظفر علی خان کے نام سے منسوب ہو۔ پچھلے دنوں مطالبہ کیا گیا کہ وزیر آباد میں جو کالج قائم ہو رہا ہے مولانا ظفر علی خان کے نام سے منسوب کیا جائے تو اس شہر کے ایک قادیانی نے ایک مؤقر روزنامہ میں اعتراض کیا کہ ان کی خدمات کیا ہیں؟ حالانکہ ان کی ان گنت خدمات کا یہ پہلو ہی عظیم ہے کہ وہ عمر بھر ایک خانہ ساز نبوت کا تعاقب کرتے رہے اور اس کی دینی مضرتوں کا سد باب کیا۔ مولانا اس پنجاب میں نہ ہوتے تو یہ ایک سیاسی ویرانہ، دینی مرگھٹ اور ادبی عزاخانہ ہوتا۔

ایک اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مرزائیوں نے مولانا ظفر علی خان کی مہتمم بالشان خدمات کو سبوتاژ کرنے اور ان کی ذات میں مین میخ نکالنے کے لئے اپنے دو مہرے چھوڑ رکھے ہیں۔

٭پاکستان بن جانے کے بعد قلم کے ان دو کمیروں نے مولانا ظفر علی خان کی سیرت کو

داغدار کرنے اور ان کی صورت کو برص آلود بنانے میں بڑی چابکدستی سے کام لیا ہے۔ اولاً عبدالسلام خورشید جو مرزائی امت کا گماشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا یہ احساس ابھی تک اس کے ذہن سے نہیں نکلا کہ مولانا ظفر علی خان کی قادیان شکن تحریک ہی کا بالواسطہ اثر تھا کہ اس کے دادا کو مرزائی ہونے کے باعث مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

خورشید ہر اس شخص کے خلاف جلی و خفی زہر چھوڑتا ہے جو مرزائی امت کا محاسب رہا ہے۔ ثانیاً، شیخ محمد اسماعیل پانی پتی جو مختلف دینی کتابوں کے تراجم مختلف ادبی کتابوں کی ترتیب اور مختلف مقالوں کی تسوید میں قادیانی عقرب کی حیثیت سے ڈنک مار جاتا ہے۔ مسلمان ناشروں کو اس کے عقربی اسلوب تحریر سے مطلع رہنا چاہئے۔ یہ ایک قلمی فتنہ ہے جو آئندہ مہلک ثابت ہوگا۔

چوہدری ظفر اللہ خان کا یہ سوال کہ ظفر علی خان کہاں ہے؟ یہ اجلاس اس کا جواب دینے کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔ یہ تھے وہ خیالات جن کا اظہار ۲ رجون ۱۹۶۷ء کو مدیر چٹان نے شرکاء اجلاس سے کیا۔ انہوں نے مرزائیت کے جدید حوصلوں کا پس منظر بیان کرتے ہوئے چنیوٹ کی تقریر کے مختلف پہلو بہ صراحت بیان کئے اور مرزائیوں کے ان محاذوں کا ذکر کیا جو اس وقت وہ قائم کر چکے ہیں۔ چنانچہ تمام احباب، جوش واعتقاد کے ساتھ اس امر پر متفق ہوگئے کہ مولانا کی خدمات جلیلہ کو نئی پود کے ذہن نشین کرانے اور ظفر اللہ خان کے سوال کا جواب دینے کے لئے ظفر علی خان اکادمی قائم کی جائے۔ جس کے مقاصد میں دو اہم پہلو یہ ہوں۔

اولاً، مولانا کے افکار و سوانح اور خدمات و مہمات کا تذکرہ واشاعت، ثانیاً، مرزائیت کا شدید تعاقب، ظفر علی خان اکادمی اس سلسلہ میں لٹریچر شائع کرے گی۔ چنانچہ اس سال کے آخر تک چھ کتابیں شائع کرنے کا اہتمام ہو چکا ہے۔ سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا۔

صدر...... ملک اسلم حیات ایڈووکیٹ

جنرل سیکرٹری...... آغا شورش کاشمیری

## ارکان اکادمی

۱...... چوہدری عبدالحمید ایم، اے۔

۲...... ملک امجد حسین ایڈووکیٹ۔

۳...... سید انور حسین نفیس رقم۔

۴...... مولانا تاج محمود مدیر لولاک۔

۵...... خواجہ محمد صادق کاشمیری۔

۶...... مولانا منظور احمد مہتمم جامعہ عربیہ چنیوٹ۔

۷...... مولانا ضیاء قاسمی۔

۸...... مولانا عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۹...... ماسٹر تاج الدین انصاری۔

۱۰...... خطیب اسلام مولانا مجاہد الحسینی۔

۱۱...... شیخ محمد بشیر لائل پور۔

۱۲...... مولانا حبیب اللہ مہتمم جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

۱۳...... مسٹر مختار احمد ایم اے۔

مزید ارکان کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ اجلاس میں پچاس کے قریب ممتاز شخصیتیں شریک ہوئیں۔ جنہوں نے فتنہ مرزائیت کے مخفی ارادوں پر تشویش کا اظہار کیا۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰ ش۲۴، ۱۲/جون ۱۹۶۷ء)

## ۲۶...... سات نکات

کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ:

۱...... مرزائی کا چہرہ ختم نبوت سے بغاوت کے باعث منفی ہو جاتا اور اس کی رونق مر جاتی ہے۔

۲...... مرزائیوں میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے زہد و ورع کی شہرت ہو اور عامۃ الناس میں اس کی نیکی، دیانت، اخلاص، تقویٰ اور علم دین کے باعث رغبت اور کشش ہو۔

۳...... ان میں کوئی شخص محدث، مفسر، فقیہہ اور عالم نہیں اور نہ دین و ادب کی تاریخ میں ان کے فکر و نظر کا کوئی سرمایہ ہے۔

۴...... ان میں کوئی اچھا شاعر، کوئی اچھا ادیب کوئی اچھا مؤرخ اور کوئی اچھا صحافی آج تک پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہو سکتا ہے۔

۵...... مرزائی جس قومی مقدمہ میں وکیل ہو وہ ہمیشہ مر جاتا ہے۔ مثلاً چوہدری ظفر اللہ خان ہی کو لیجئے۔ باؤنڈری کمیشن کے سامنے رہ گیا۔ یو، این، او میں لمبی لمبی تقریریں کیں۔ نتیجہ ڈھاک کے تین پات، غرض قدرت نے اس سے استدلال کی تاثیر سلب کر رکھی ہے۔ ان کے جھرمٹ میں برکت ہی نہیں ہے۔

۶...... مرزائی سیاسی سازش ضرور کر سکتے ہیں۔لیکن سیاسی علم سے خلقۃً محروم ہیں۔
۷...... کوئی مرزائی حافظ قرآن نہیں ہوسکتا۔جس حافظ قرآن نے مرزائیت قبول کی اس کو نسیان ہوگیا۔ (ہفت روزہ چٹان لاہورج ۲۰،ش۳۰،مورخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۲۷...... ۳۱۳ قادیانی

مشرقی پنجاب میں کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی علاقہ ایسا ہے؟ جہاں مسلمانوں کو ۳۱۳ کی تعداد میں رہنے کی اجازت ہو۔کیا وجہ ہے کہ مرزائی امت کو قادیان میں ۳۱۳ کی تعداد میں اپنے اہل وعیال سمیت رہنے کی اجازت ہے؟

ایک طرف تو بھارتی سرکار کسی مسلمان کو پاکستان کی سرحد کے نزدیک رہنے کی اجازت نہیں دیتی۔دوسری طرف مرزائی مسلمان کہلا کر مقبوضہ کشمیر اور بھارت کے ''دفاعی'' راستہ میں مقیم ہیں۔یہ رعایت انہیں کس بنیاد پر حاصل ہوئی ہے۔؟ ظاہر ہے کہ بھارتی حکومت ہی انہیں یہ رعایت دے سکتی ہے۔اس کی قیمت کیا ہے؟ معمولی سوال نہیں؟ کسی مرحلہ میں اہم دستاویز پاکستانی حکومت کے ہاتھ میں آئیں اور انشاءاللہ ضرور آئیں گی۔تب یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ اس مارآستین جماعت نے برطانوی آغوش میں پرورش پاکر ایک مہیب کردار ادا کیا ہے۔الفضل کو شرم نہیں آتی کہ احرار کو نہرو کا ایجنٹ لکھتا ہے۔لیکن اس کے نبی کی قبر صرف نہرو کی وجہ سے بچی رہی اور آج بھی نہرو کی بیٹی اس کی محافظ ہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہورج ۲۰،ش۳۰،مورخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۲۸...... غلط آدمی کی یادگار کا خاتمہ

سنٹو کے توڑ دینے کی خبر استنبول کے جریدہ ''جمہوریت'' کے حوالے سے پاکستان کے اخباروں میں شائع ہوئی ہے۔ہم اس خبر کا خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔اس تنظیم میں پاکستان کا شمول ہی غلط تھا۔اس کی نقاب کشائی صدر مملکت نے بھی اپنی سوانح عمری میں کی ہے۔پاکستان کو معلوم ہی نہیں تھا اور چوہدری ظفر اللہ خان دستخط کر آئے تھے۔بہر حال اس کا خاتمہ ہوگیا۔عملاً ہو چکا تھا،لفظاً ہو رہا ہے۔الحمدللہ!

صحیح تاریخ ہمیشہ برسوں کی مسافت کے بعد لکھی جاتی ہے۔وقت آئے گا جب مؤرخ لازماً اس کا فیصلہ کرے گا اور پاکستان کو احساس ہوگا کہ اس کی کارفرمائی کے نظام میں دو آدمیوں کا انتخاب اور شرکت غلط تھی۔اوّلاً، چوہدری ظفر اللہ خان، ثانیاً، سکندر مرزا، چوہدری ظفر اللہ خان

عقیدۃً اور طبعتہً استعماری نظام کے مہرے رہے ہیں۔ وہ سامراج کو نفی کر کے سوچ ہی نہیں سکتے۔ وہ انگریزوں کے صحابی اور امریکنوں کے تابعی ہیں۔ جب تک ظفر اللہ خان وزیر خارجہ رہے۔ انہوں نے روس وچین سے دور رکھا۔ کچھ اور ملکوں کے معاملہ میں بھی ان کی خصوصیت آشکار ہو چکی ہے۔ پاکستان کا جمہوری نظام ان کی بدولت کچلا گیا۔ لوگوں کو مارشل لاء تک پہنچنا پڑا۔ ملک غلام محمد کا راستہ کھلا، پھر یہ دروازہ بند نہ ہوا۔ دوسرا شخص سکندر مرزا ہے جس نے پاکستان کی روح آزادی کو کچلا اور اس بری طرح کچلا کہ تمام ملک گویا ایک قبائلی علاقہ تھا اور وہ اس کا پولیٹیکل ایجنٹ۔

چوہدری ظفر اللہ ایسے کسی کارنامہ کو پیش نہیں کر سکتے جس پر پاکستان فخر کر سکتا ہو۔ خدا نے ان کے کام و وجود میں برکت ہی نہیں رکھی۔ جس مقدمہ میں پیش ہوئے ہار گئے۔ جس بحث کو لے کر اٹھے بے ثمر ثابت ہوئی۔ بحمد اللہ کہ ان کے عہد کا ایک ''شہ پارہ'' یعنی سٹو عنقریب داعی اجل کو لبیک کہہ رہا ہے۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰،ش۴۰، مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۹۶۷ء)

## ۲۹...... وحی کا نزول

حکومت نے منع کر رکھا ہے۔ ممانعت سرآنکھوں پر۔ مسئلہ دین کا ہے۔ لہٰذا حکومت کو توجہ دلانا ضروری ہو گیا ہے۔ اغماض اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کی آبرو دامن گیر ہوتی ہے۔ مرزا ناصر احمد نے یورپ سے مراجعت کے بعد کہا ہے کہ: ''مجھے اس دورہ کے لئے خدا کی طرف سے وحی ہوئی تھی۔''

ہم کسی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ وحی کا مرجع نبی ہوتے ہیں اور اگر اس وحی سے کچھ اور مراد ہے۔ جیسا کہ ان کے ہاں تعبیرات کا طلسم خانہ ہے تو اس مختلف مفہوم سے ہم آگاہ نہیں۔ ہمارا روئے سخن اس خاص اصطلاح سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے لئے مخصوص کی اور جس کا سلسلہ حضور ﷺ کی ختم المرسلینی کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کا شیوہ ہو چکا ہے۔ اصطلاحیں وہی استعمال کرتے ہیں جو حضور ﷺ کے منصب نبوت کے متاع اقدس ہیں۔ لیکن ٹوکا جائے تو پھر تعبیرات کی عصا اٹھا کر پائے استدلال کو سہارا دیتے ہیں۔

اور اگر وحی نبوت کے علاوہ کسی اور شکل میں بھی عام آدمی پر نازل ہوتی ہے تو اس طرز کی ایک وحی راقم پر بھی نازل ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت سے گذارش کی جائے کہ وہ ان تمام اصطلاحوں، القابوں، خطابوں اور وارداتوں کے تقدس کی محافظت کے لئے ایک قانون

نافذ کرے۔جن کی آبرو حضور سرور کائنات ﷺ کے ننگ وناموس کی میراث عظیم ہے۔وما علینا الاالبلاغ! (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰،ش۴۰،مورخہ۲/اکتوبر۱۹۶۷ء)

## ۳۰......ربوہ والوں کا خفیہ نظام

بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ:

۱...... ربوہ کی خلافت نے اپنی امت کو اس امر کی ہدایت کی ہے کہ کوئی مرزائی گریجوئیٹ مرد ہو یا خاتون۔ اس کی منشاء کے بغیر خود کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ملازمت کے لئے درخواست نہیں دے سکتا۔ پہلے خلافت کا مقررہ بورڈ نوجوان یا خاتون مذکور کے مزاج وطبیعت کا جائزہ لے گا۔ پھراس کے لئے ملازمت خود تجویز کرے گا۔

۲...... قادیانی خلافت کے خفیہ نظام نے اہل قلم کو اپنا رنگ دینے کے لئے بروایت کئی لاکھ کا بجٹ منظور کیا ہے۔ چنانچہ اس محاذ پر ان کی سرگرمیاں شروع ہوچکی ہیں۔ مثلاً:

الف...... ایک ایک قادیانی روزانہ اخباروں کے ادارۂ تحریر میں شامل کیا جارہا ہے۔جن کا یہ کام ہوگا کہ:

☆...... اس اخبار کے جملہ امور بالخصوص مالیات پر نگاہ رکھے اور ربوہ کو مخبری کرے۔

☆...... قادیانی امت کے مخالفوں کی خبروں کو حتی الامکان سبوتاژ کرتا رہے۔

☆...... جن لوگوں کا ان سے اختلاف ہے یا ان کے محاسب ہیں۔ان کے خلاف غیرقادیانی قلمکاروں سے مضمون لکھوائے اوران مضامین کو نمایاں کرے۔

☆...... قادیانی جماعت بالخصوص خلیفہ ثالث کا پراپیگنڈا ہوتا رہے۔

ہماری مصدقہ اطلاع کے مطابق تقریباً سبھی روزناموں میں قادیانی داخل ہوگئے ہیں۔ اسی طرح اخباروں کے شعبہ نسواں میں بھی ان کی امت نے شمولیت اختیار کی ہے اور اخباری ملازمت کے بوتے پر تبلیغ کی جارہی ہے۔

ب...... لاہور میں شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، جناب ثاقب زیروی، محترمہ وحیدہ نسیم اور مسٹر عبدالسلام خورشید اخباروں، رسالوں، کتابوں اور مشاعروں میں حسب ہدایت کام کر رہے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق لاہور کا ادبی اور کتابی محاذ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے سپرد ہے۔ صحافتی محاذ عبدالسلام خورشید اور ثاقب زیروی کے، مشاعروں میں محترمہ وحیدہ نسیم شرکت فرماتی ہیں۔

۳...... ہمارے مشاہدے میں بھی یہ بات آچکی ہے کہ قادیانی عموماً شیزان کا مشروب پیتے ہیں۔ ہمارے ایک سرکاری دوست نے پچھلے دنوں اس کا تجربہ بھی کیا ہے۔ ان کے ایک قادیانی دوست ان سے ملنے آئے تو انہوں نے ملازم سے کہا، بینز لاؤ۔ قادیانی دوست نے روک دیا میں بینز نہیں پیوں گا۔ اس میں جراثیم ہوتے ہیں۔ پلانا ہے تو شیزان منگوا لیجئے۔ ہمارے دوست کا بیان ہے کہ تقریباً ہر قادیانی شیزان کے مشروب پر اصرار کرتا اور اپنے ملاقاتیوں کو پلاتا ہے۔ ذرا اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ ان کا معاشرتی ذہن کیا ہے۔

۴...... جہاں تہاں قادیانی افسر مامور ہوتا ہے تمام عملہ کو قادیانی اہل کاروں سے بھر دیتا ہے۔ مثلاً ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کے پلک آفس میں چوہدری بشیر احمد نے دو کام کئے۔ عملہ میں قادیانی بھر دیئے یا پھر قادیانی اداروں کو بے شمار قرض دیئے۔ ان دونوں باتوں کا احساس پلک کے بانی جنرل منیجر کو جو ایک ڈچ تھا۔ آخر وقت تک رہا۔ تحقیق فرمالیجئے غلط ہو تو ہم سزاوار، مقصود یہ ہے۔ اس خفیہ نظام سے تمام مسلمان اور ہماری حکومت بے خبر نہ رہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۹، مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۳۱......قادیانی امت اور فاطمہ جناح

روزنامہ الفضل ربوہ نے مادر ملت کی خبر رحلت آخری صفحہ پر دی ہے۔ پہلے صفحہ پر خلیفہ ناصر کے فرنکفورٹ پہنچنے پر نمایاں کیا گیا۔ حالانکہ یہ کوئی خاص خبر نہیں اور مادر ملت سے خلیفہ ناصر کو حقیر سی نسبت بھی نہیں ہے۔ ۱۲ر جولائی کے شمارے میں افتتاحیہ لکھا۔ لیکن ان کے لئے دعائے مغفرت کی تحریک نہیں کی؟ اور نہ کسی قادیانی نے ان کا جنازہ پڑھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مرزائی امت نے اپنی کسی مسجد یا مقام پر مادر ملت کے لئے اجتماع کیا؟ سب کا جواب نفی میں ہے؟ اس کے برعکس ٹکے ٹکے کے مرزائی کی موت پر الفضل مغفرت کی دعاؤں کا جھالا بنا ہوتا ہے۔ افسوس!

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۹، مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۳۲......عجمی اسرائیل اور پاکستان کی اقتصادیات

قادیانی امت نے بالکل اسرائیل کے سے انداز اختیار کر لئے ہیں۔ خواندگان محترم کو معلوم ہے کہ:

۱...... امریکہ اور برطانیہ کی اقتصادیات و مالیات پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ ان کے بعض بڑے جرائد بھی ان کے تصرف میں ہیں۔

۲...... جانسن نے اسرائیل کی مدد کی ہے تو اس کی وجہ امریکہ کا اسرائیلی سرمایہ اور اسی سرمائے کا امریکی عوام پر رسوخ ہے۔ ورنہ جانسن یا ولسن کو اپنے پیغمبر مسیح علیہ السلام کے قاتلوں سے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے؟

۳...... جانسن نے جو کچھ کیا آئندہ صدارتی انتخاب میں اپنی کامیابی کے لئے امریکہ کی دولت مند صیہونیت کی خوشنودی کے لئے کیا ہے۔

پاکستان میں مرزائیت نے صیہونیت ہی کے راستہ پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کے دل پر یہ بات نقش کالحجر ہوچکی ہے کہ مسلمان عوام ان کے مذہبی دھوکے میں نہیں پھنسیں گے۔ کیونکہ علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دوسرے اکابر نے ان کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا ہے۔ امریکی اور برطانوی یہودیوں کی طرح اب ان کے سامنے ملک کی اقتصادی زندگی پر قبضہ کرنے کا خفیہ پلان ہے۔ صدر مملکت اور گورنر صوبہ تحقیق فرمائیں کہ:

۱...... ملک کے اقتصادی پلان میں کتنے پراجیکٹ (ملیں اور کارخانے) ان کے لئے منظور ہوئے ہیں۔

۲...... ہمارا دعویٰ ہے کہ جب تک چوہدری بشیر احمد پلک کے کرتادھرتا رہے۔ انہوں نے دفتر میں تمام قادیانی بھرتی کئے اور ان کے عہد میں جتنے پراجیکٹ منظور ہوئے یا سفارش کئے گئے وہ تمام تر (شاید ہی کوئی دوسرا ہو) قادیانی امت کے فرزندوں کو ملے ہیں۔ یہ غلط ثابت ہو تو ہم گردن زدنی، ورنہ جائزہ لیا جائے کہ کروڑوں روپے کا سرمایہ اور کتنے پراجیکٹ ایک خاص امت کو کس طرح عطاء ہوئے ہیں۔ کیا پاکستان کی قومی دولت اس عجمی صیہونیت کی جاگیر ہے؟

۳...... اس امر کی بھی تحقیق کرلیجئے کہ قادیانی خلافت اپنا سرمایہ ان بنکوں میں جمع کراتی ہے جس کی انتظامیہ ان کے پیروؤں کی مقررہ تعداد کو ملازم رکھے۔ چنانچہ جن بنکوں نے ان سے سرمایہ محفوظ (Fixed Deposit) لے رکھا ہے۔ وہاں مقررہ تعداد کے مطابق قادیانی موجود ہیں۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۲۹، مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۶۷ء)

## ۳۴......قادیانیت

کیا ہندوستان کی پاکستانی سرحد پر کسی مسلمان کو بھارتی شہری بن کر رہنے کی اجازت ہے؟

بالکل نہیں اور کبھی نہیں۔ سترہ روزہ جنگ میں بھارتی جارحیت کے جواب میں پاکستان کی فضائیہ نے بھارت کے جن ہوائی اڈوں کو نشانہ بنایا ان میں پٹھان کوٹ کا ہوائی اڈہ بھی تھا۔ جو قادیان سے ہم آغوش ہے۔ پھر وہاں قادیانی امت کے ۳۱۳ درویش کس طرح رہے؟ اور انہیں وہاں رہنے کی اجازت کیوں کر ملی؟

آج تک ربوہ کی خلافت نے اس کی صراحت نہیں کی۔ اگر حکومت پاکستان کو مرزائی امت نے یہ تاثر دے رکھا ہے کہ ان کا وہاں رہنا پاکستان کے لئے مفید ہے تو معاف کیجئے ہندوستان کی حکومت اناڑی نہیں اور اگر ہندوستان کی حکومت انہیں اپنے لئے مفید سمجھتی ہے تو ربوہ کا دوغلہ نظام سیاسی نگرانی کا مستحق ہے۔

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ لیکن قادیان میں ۳۱۳ مرزائیوں کا مستقل قیام اور ربوہ سے ان کا رابطہ جانبین میں سے کس کے لئے مفید ہے؟ اندریں حالات یہ بات اور بھی خطرناک ہوجاتی ہے کہ بھارت پاکستان کا دشمن نمبر ایک ہے۔ ایک دشمن ملک میں ایک سیاسی خلافت کے پیروؤں کا قیام یا سیاسی کہہ مکرنی ہے یا پھر سیاسی معمہ جس کو اندریں حالات حل کرنا ازبس ضروری ہوگیا ہے۔

غور فرمایئے! بھارت سے ہماری کٹا چھنی اور شدید کٹا چھنی لیکن مرزائی مشن کو ہندوستان میں قیام کی اجازت دولت مشترکہ کا فیضان ہے یا مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمات کا صلہ اور چوہدری ظفر اللہ خاں کے رسوخ کا شعبدہ؟

عربوں کا اس وقت خونخوار دشمن کون سا ہے؟

اسرائیل! کسی اسلامی ملک نے دینی غیرت کے پیش نظر اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا اور نہ اسرائیل میں کوئی مسلمان رہ سکتا ہے۔ جن عربوں کی یہ سرزمین ہے انہیں چن چن کر اس مقدس سرزمین سے نکالا جارہا ہے۔ جرم ان کا یہ ہے کہ محمدؐ عربی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لیکن قادیانی مشن ہے کہ اسرائیل میں قائم ہے۔ کس غرض سے؟ جب پاکستان نے اسرائیل سے تعلقات قائم نہیں کئے اس کا سفارتی مشن وہاں نہیں تو قادیانی مشن کس کی اجازت سے وہاں قائم ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ کن لوگوں میں تبلیغ کررہا ہے؟ کیا ان یہودیوں کو دعوت دینے گیا ہے جو اپنی مملکت کو مستحکم کرنے کے لئے تمام عصبیتوں کے تحت وہاں اکٹھے ہیں۔

ایک دفعہ نہیں بار بار غور کیجیے قادیانی مشن کو ہندوستان میں کھلی چھٹی ہے۔ وہاں

پاکستان کی شہ رگ پر بیٹھا ہے۔ ادھر اسرائیل میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پاکستان کے خلقی دشمن بھارت اور اسلام کے خلقی دشمن اسرائیل سے قادیانی مشن کا عقد کس نے باندھا؟ ہماری معلومات کے مطابق اسرائیل میں قادیانی مشن صیہونیت کی دماغی تربیت حاصل کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور کون سی غایت ہو سکتی ہے۔ کیا یہودی مرزا غلام احمد کو نبی مان لیں گے۔ جنہوں نے مسیح علیہ السلام کو پھانسی پر کھنچوانا چاہا اور جس قوم کی فطرت میں اللہ کے حقیقی نبیوں کی نافرمانی لکھی گئی ہے۔ جس قوم کو نبیوں کا قاتل کہا گیا۔ کیا وہ قوم مسیح کی برطانوی امت کے ایک ساختہ پرداختہ نبی کی پیرو ہوگی۔ ناممکن!

تو پھر ان عربوں کو مسلمان بنانے کے لئے یہ مشن قائم کیا گیا ہے جو محمد ﷺ کے حلقہ بگوش ہیں۔ عرب محمد کو چھوڑ کر غلام احمد کے متبع بن جائیں گے۔ ناممکن!

ظاہر ہے کہ قادیانی امت اور اس کے مختلف مشن یا تو سکاٹ لینڈ یارڈ کے گماشتوں کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں کام کر رہے ہیں یا پھر ''مصلح موعود'' کی تحریک پر ان کے دماغ میں اپنی ریاست قائم کرنے کا جو منصوبہ نامرادی کے مرحلے طے کر رہا ہے۔ یہ مشن اس کے تحت اپنا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک قادیانی سول جج نے اپنے حلقہ احباب میں بیان کیا کہ نبوت کو طاقت بننے کے لئے مملکت کی ضرورت ہوتی ہے۔ فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ ویٹیکن کی طرح ربوہ یا قادیان کی خصوصیت قائم ہو جائے۔ خلیفہ ثالث کی وہی حیثیت ہو جو ہز ہولی نس پوپ کی ہے۔ پوپ کے سفراء مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہم اپنے مختلف الملکی مشنریوں کی یہی حیثیت چاہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ افسوس ہے کہ حکومت ابھی تک اس جماعت کے سیاسی ارادوں کا جائزہ نہیں لے رہی۔ ہمیں اس کے وجوہ معلوم ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس امت کے افراد حکومت کو ان لوگوں سے کس طرح بدظن کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھ ان کی شہ رگ پر ہیں اور جو اس سیاسی امت کے خدوخال کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

ٹائن بی نے لکھا ہے کہ اسرائیلی اس وقت فتح کے نشہ میں ہیں۔ لیکن ان کا یہ نشہ جلد اتر جائے گا۔ پھر انہیں خمار ٹوٹتے ہی ابکائیاں آنی شروع ہو جائیں گی۔ تب وہ عربوں کے محاسبہ سے بچ نہیں سکتے ہیں۔

یہی حالت قادیانیوں کی ہے بے شک انہیں اس وقت رسوخ حاصل ہے۔ انہوں نے

ملک کی سیاسی فضا سے فائدہ اٹھا کر اپنے بال و پر پھیلا رکھے اور شرلک ہومز کے جاسوسی کرداروں کی طرح کام کرتے ہیں۔ تاہم ان کا خمار دیرپا نہیں۔ پاکستان کو نہ ان کے متنبی کی ضرورت ہے نہ ان کی خلافت درکار ہے نہ ان کے مصلح موعود کی مسخرگی پر ایمان لاسکتے ہیں اور نہ خلیفہ ناصر کی اڑانیں مطلوب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ مرزائی اپنے خدا سے معافی مانگیں۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جھک جائیں اور توبہ کریں کہ انہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم المرسلینی کے دامن پر مقراض رکھ کر خوفناک جسارت کی ہے؟ ورنہ یہ حقیقت نوٹ کرلیں کہ ان کی ریاست دوزخ کے سوا اور کہیں قائم نہیں ہوسکتی ہے۔

صدر مملکت نے عربوں کے لئے جو ریلیف فنڈ قائم کیا ہے اس میں مرزائی امت نے بھی ۱۵ ہزار روپیہ بھیجا تھا۔ اس روپیہ کی رسید کے ساتھ صدر کی طرف سے ڈپٹی سیکرٹری مسٹر اے وحید نے جو خط لکھا ہے وہ الفضل ۱۸ رجولائی کے صفحہ اوّل پر شہ سرخی کے ساتھ چھپا ہے۔ اس خط کا اصل متن انگریزی میں ہے۔ اردو ترجمہ مرزائیوں نے کیا ہے۔ تیسرے پیرا کا ترجمہ ہے۔

''صدر کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کے تمام اراکین کو تحریک فرمائی ہے کہ وہ اس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں اور دعاؤں پر بھی زور دیں۔''

ہمارا خیال ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ یا اس میں تحریف کی گئی ہے۔ صدر مملکت کبھی اس جماعت کے سرخیل کو حضرت امام لکھنا پسند نہیں کریں گے اور نہ انگریزی خطوط میں اس طرح حضرت لکھا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے سٹینو سے غلطی ہوگئی ہو یا کسی قادیانی نے قلم سے فائدہ اٹھالیا ہو۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰، ش ۳۰، مورخہ ۲۴ رجولائی ۱۹۶۷ء)

## ۳۴...... قادیانی اور اسرائیل

ہمیں اچھی طرح یاد ہے اور ہم یہ بات پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ایک زمانہ میں جب انٹرنیشنل پریس انسٹیٹیوٹ کا سالانہ اجلاس اسرائیل میں ہو رہا تھا۔ پاکستان کے صحافی ارکان نے شمول کے لئے صدر ایوب سے درخواست کی تو انہوں نے کہا: ''ہمارے ان کے ساتھ سفارتی تعلقات ہی نہیں ہیں۔'' ارکان میں سے ایک نے کہا: ''ہم صرف اس لئے جانا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اسرائیل کیا ہے؟ اور اس نے اب تک اپنے پاؤں کیونکر جمائے ہیں۔''

صدر نے کہا: ''لیکن آپ لوگ کس طرح جائیں گے؟ اسرائیل کے اخبار نویسوں نے کہا ہے کہ آپ لوگ چلے آئیں۔ آپ کے لئے کوئی بندش نہیں ہوگی۔''

صدر ایوب نے بلاتوقف فرمایا: ’’نہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ جس ملک کے ساتھ ہمارے وابط نہیں اس کے حدود میں جانا غلط ہے۔ ہمیں اپنے عرب بھائیوں کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔ اگر کوئی پاکستانی وہاں گیا تو غلط فہمی پیدا ہوگی۔‘‘

یہ تھا صدر مملکت کا جواب جو آج تک ہمارے دل پر نقش ہے۔ سوال یہ ہے کہ قادیانی فرقے کے لوگ اسرائیل میں اپنا مشن کس طرح قائم کر کے بیٹھے ہیں۔ انہیں تبلیغ کے لئے روپیہ کہاں سے ملتا ہے؟ جس سرزمین کے لئے محمد عربی ﷺ کے ہم وطنوں یعنی عربوں کی وسعتیں تنگ ہو چکی ہیں۔ اس سرزمین میں غلام احمد کے پیروؤں کا مشن قائم کرنا اور ان کی آمدورفت رہنا کس اصل اور کس بنیاد پر روا ہے۔

گورنمنٹ ہماری آواز کو حقیر سمجھتی ہے؟ تو ہمیں اس کا اعتراف ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جو مسئلہ زیر قلم ہے وہ حقیر ہے یا اہم؟ ہمارے نزدیک پاکستان کے لئے اہم ترین مسئلہ ہے۔ مرکزی حکومت کو قادیانی افسروں اور نام نہاد رواداری کے جھانسے میں نہ آنا چاہئے۔ اس بات کا کھوج لگانا چاہئے کہ:

۱...... مرزائیل اور اسرائیل کے باہمی تعلقات کیا ہیں۔
۲...... مؤخرالذکر نے اوّل الذکر کو کس بنیاد پر اپنا مشن قائم کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جب کہ مسجد اقصیٰ تک اسرائیل کے ہاتھوں مجروح ہو رہی ہے؟
۳...... اس مشن کے لئے روپیہ کہاں سے آتا اور زرمبادلہ کیسے منتقل ہوتا ہے۔
۴...... کیا یہ صحیح ہے کہ پاکستان کے قادیانی لندن جا کر وہاں سے اسرائیل کا ویزا حاصل کرتے ہیں؟

خدا کے لئے اس کی تحقیق کیجئے ورنہ یہ فتنہ پاکستان کے لئے کئی عذابوں اور ابتلاؤں کا باعث ہوگا۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۰، ش۴۷، مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۷ء)

## ۳۵...... ظفر اللہ خان کو منہ نہ لگایا جائے

ظفر اللہ خان پھر پاکستان میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عادت کے مطابق مختلف کلبوں اور مختلف اداروں سے ملی بھگت کر کے اپنے دیا کھیانوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے جس طرح ان کا استقبال کیا۔ پاکستان کے مسلمانوں میں، اجتماعی طور پر ان کے لئے جو نفرت ہے، وہ ڈھکی چھپی نہیں۔ افسوس ہے کہ بعض لوگ جو یوپی فکر

کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ظفر اللہ خان کی اس شہرت سے کہ وہ عالمی عدالت کے جج ہیں۔ ان کے خیالات سے مستفید ہونے کے لئے مختلف تقریبوں کا اہتمام کرتے اور ان کے لئے ذہنی میدان ہموار کرتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ختم المرسلینی کی قادیانی توجیہہ پر مرزا غلام احمد کو نبی مانتا ہو اور جس کے متعلق یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ وہ عام مسلمانوں کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوتا اور روزمرہ کی زندگی میں قادیانی عناصر کی پشت پناہی کرتا ہے۔ اس کے لئے مسلمانوں کے دل و دماغ میں جگہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور اس کی مساعی سے صرف نظر کرنا ہمارے نزدیک ہر لحاظ سے قابل افسوس ہے اور ہم یہی عرض کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص کو مطلقاً منہ نہ لگایا جائے۔کیا اس کے لئے قادیانی امت کا اپنا اجتماع ہی کافی نہیں ہے۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۰،ش ۵۱،مورخہ ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۷ء)

## ۳۶......مرزائیوں کی تاریخ نگاری

تاریخ احمدیت کے نام سے جماعت احمدیہ نے اپنی سرگرمیوں کو جو تاریخ لکھی ہے یہ اس سلسلے کی چھٹی جلد ہے اور اس کا متعلق تحریک حریت کشمیر میں اس جماعت کے رول سے ہے۔ تحریک کشمیر کے ابتدائی ایام میں کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت میں جماعت احمدیہ کے سابق امیر مرزا بشیر الدین محمود اور ان کے زیر اثر ان کی جماعت کے دیگر لوگوں نے خاصی دلچسپی لی ہے۔ چنانچہ ۲۵؍جولائی ۱۹۳۱ء کو برصغیر کے مسلم رہنماؤں نے شملہ اجلاس میں کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی میں مدد دینے کے لئے ’’آل انڈیا کشمیر کمیٹی‘‘ کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی۔

انگریزوں سے احمدیوں کے خصوصی روابط کے پیش نظر مرزا محمود قادیانی کو اس کمیٹی کا صدر مقرر کیا گیا۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۴۶۴ میں لکھا ہے کہ علامہ اقبالؒ کا خیال تھا کہ مرزا محمود ولایت میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے علاوہ وائسرائے اور اس کے سیکرٹریوں سے ملاقات کر سکیں گے۔ ’’تحریک کشمیر سے قادیانی جماعت کی یہ دلچسپی ۱۹۳۴ء تک جاری رہی۔ جب کشمیر کمیٹی کے اکثر ارکان کے مطالبہ پر مرزا محمود کو اس کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ ان پر الزام لگایا تھا کہ وہ کشمیر کمیٹی اور اس کے فنڈز کو کشمیر میں اپنے مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ تحریک پاکستان میں احمدیہ جماعت کا رول خاصا الجھا ہوا ہے۔ مشہور کشمیری مؤرخ پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اپنی کتاب ’’دی سٹرگل فار فریڈم ان کشمیر‘‘ میں لکھا ہے کہ قادیانی کشمیر کمیٹی کو اپنے مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔‘‘

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ احمدی جماعت نے انگریزوں کے ایماء پر تحریک کشمیر میں حصہ لیا ہے۔ اس کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمیں میر پور کے بعض پرانے سیاسی کارکنوں نے بتایا کہ میر پور کی تحریک عدم ادائیگی مالیہ کو دبانے کے لئے جب ڈوگرہ حکومت کی درخواست پر انگریز فوج آئی تو انگریز فوجی آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے دیہاتیوں کو کہتے تھے کہ ''مالیہ مٹ ڈو'' (مالیہ مت دو) اس تحریک کو دبانے میں مدد دینے کے عوض انگریزوں نے ڈوگرہ حکمران سے گلگت کی علمبرداری حاصل کی۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ انگریزوں کو گلگت ملتے ہی احمدی جماعت کی تحریک کشمیر میں دلچسپی ختم ہو کر رہ گئی۔ کشمیر میں سیاسی حلقوں کو مدت سے اس امر کا خدشہ تھا کہ احمدی اپنے مخصوص طریق کار کے مطابق تحریک حریت کشمیر کو بھی اپنے طور پر پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کتاب کی صورت میں یہی خدشہ حقیقت کے روپ میں سامنے آیا ہے۔ اس کتاب میں قادیانیوں کی سرگرمیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور خودنمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ممتاز کشمیری رہنماؤں کی توہین کی گئی ہے۔ مثلاً کتاب کے صفحہ ۴۸۹ پر مرزا محمود نے دعویٰ کیا ہے کہ: ''میں نے کہا شیخ محمد عبداللہ صاحب میں تو آپ کو کشمیر کی تحریک آزادی کا لیڈر مقرر کرتا ہوں۔''

اس طرح ممتاز کشمیری لیڈروں خاص کر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے دورسمی خطوط اور رسیدوں کی فوٹوگراف بھی شائع کیئے گئے جو وہ کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت میں مرزا محمود کو لکھتے رہے۔ یہ اس مالی امداد کی رسیدیں ہیں۔ جو کشمیر کمیٹی کے فنڈز سے تحریک کشمیر کے کارکنوں کو ملتی رہی ہیں۔ لیکن قادیانی حضرات کی درخانہ دیانتداری ملاحظہ ہو کہ اس امداد کو جماعت احمدیہ کی امداد ظاہر کر کے عام مسلمانوں کے دلوں میں کشمیر کی منظم لیڈر شپ کے بارے میں بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور جہاں کشمیری لیڈروں کے رسمی خطوط کی فوٹوگراف کتاب میں موجود ہیں۔ وہاں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ، رئیس الاحرار چوہدری غلام عباس اور میر واعظ مولوی یوسف شاہ کے ان بیانات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جن میں ان لیڈروں نے قادیانی جماعت کی سرگرمیوں سے لاتعلقی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ جن کا اعتراف خود مرزا محمود نے کشمیر میں اپنی جماعت کے آرگن ہفت روزہ ''اصلاح'' ۴ر جولائی ۱۹۴۶ء میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

''خود کشمیری لیڈروں نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا تھا کہ ان کی (مرزا محمود) کی وجہ سے ہمیں اور کشمیریوں کو نقصان پہنچا ہے۔'' کتاب میں اس اہم تاریخی فیصلہ کا بھی کوئی ذکر نہیں

ہے۔ جب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی موجودگی میں اور قائد کشمیر چوہدری غلام عباس کی صدارت میں مسلم کانفرنس نے قادیانیوں کو جماعت سے خارج کیا اور ۱۹۴۷ء تک اس پر عمل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ نیشنل کانفرنس ایسی سکولر جماعت میں بھی شیر کشمیر نے کسی قادیانی کو گھسنے نہیں دیا۔

کتاب میں امیر جماعت احمدیہ کے اہم ر غیر اہم بیانات خطوط حتیٰ کہ نجی گفتگو کا بھی مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ لیکن مرزا محمود کے اس طویل بیان کا ذکر سرسری ہے جو انہوں نے شیر کشمیر تحریک ''کشمیر چھوڑ دو'' کے خلاف اور ہری سنگھ کے حق میں جاری کیا تھا۔ جو ان کے آرگن ''اصلاح'' ۴ر جولائی ۱۹۴۶ء میں پورے دو صفحات پر شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میری تمام ہمدردیاں مہاراجہ بہادر کے ساتھ ہیں۔

کتاب میں یہ مضحکہ خیز دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مرزا محمود نے رکھی ہے۔ کتاب میں واقعاتی طور پر بے شمار غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔ جنکی تردید کے لئے اتنی بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر اس کے صفحہ ۶۰۳ پر لکھا ہے کہ مسلم کانفرنس کا چوتھا سالانہ اجلاس اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بمقام سرینگر چوہدری غلام عباس خان صاحب کی صدارت میں ہوا تو اس کی مجلس استقبالیہ کے صدر احمدیہ جماعت کے ایک رکن خواجہ غلام نبی گلکار تھے۔

حالانکہ یہ تاریخی اجلاس اکتوبر میں نہیں ستمبر ۱۹۳۵ء میں ہوا ہے اور اس استقبالیہ کمیٹی کے صدر میر واعظ مولانا غلام نبی ہمدانی تھے۔ (ان کا چھپا ہوا خطبہ استقبالیہ ہمارے پاس موجود ہے) جو بخشی غلام محمد سیکرٹری مجلس استقبالیہ کے زیر اہتمام سرینگر سے شائع ہوا ہے۔

کتاب میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں مسلم کانفرنس کے خلاف جو جماعت انجمن مہاجرین کشمیر کے نام سے بنائی گئی تھی اس کے تمام اخراجات مرزا محمود برداشت کرتے رہے۔ حالانکہ مرزا محمود ان دنوں ایک اخباری بیان میں اس انجمن سے لاتعلقی کا اظہار کر چکے ہیں۔ لیکن کتاب میں فخر کے ساتھ درج ہے کہ: ''اس انجمن کے جملہ اخراجات کے کفیل حضور تھے۔''

کتاب کے آخر میں یہ دعویٰ درج ہے کہ کشمیر میں مسیح اوّل دفن ہیں اور وہاں ۸۰ ہزار احمدی آباد ہیں۔ قبر عیسیٰ کی داستان ان حضرات کی خود ساختہ ہے۔ جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور ریاست میں احمدیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہیں۔ جب تحریک حریت کے

ابتدائی دور میں تحریک کی وجہ سے مسلمانوں کو ملازمتیں ملیں تو احمدیوں نے اپنے مخصوص طور طریقوں سے کام لے کران ملازمین میں سے بعض کواحمدی بنایا۔

کتاب میں کشمیر کی تاریخ اور بالخصوص تحریک حریت کشمیر کی تاریخ کو بے دردی کے ساتھ مسخ کیا گیا ہے اور کشمیری رہنماؤں خاص طور پر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے روشن کردار کو عام مسلمانوں کی نظروں میں مشکوک بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک حریت کا کوئی اہل قلم کارکن اس کا جواب لکھے۔خاص طور پر شیر کشمیر کے خطوط اور رسیدوں کی فوٹوگراف شائع کر کے مسلمانوں میں بدگمانیاں پیدا کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے اس کا ازالہ ضروری ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج قادیانی حضرات اپنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ''ہمدرد'' اور ''یار و مددگار'' بنے ہوئے ہیں۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۱،ش ۷،مورخہ ۱۲رفروری ۱۹۶۸ء)

## ۳۷......قادیانی تعاقب جاری رہے

اصلاً تو ہم حکومت سے عرض کرنا چاہتے ہیں۔لیکن وہاں شنوائی نہیں۔اس لئے اس سے کہنا عبث ہے۔لیکن ملک کے تمام علماء اور جملہ وابستگان ختم نبوت سے یہ عرض کرنا ہمارا فرض ہے کہ خدا کے لئے قادیانی امت کی سرگرمیوں سے غافل نہ رہیں۔ یہ عجمی اسرائیل قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ان کا حکومت کے دوائر میں بڑا رسوخ ہے۔ان کے قبضہ میں بڑی بڑی ملازمتیں ہیں۔ ان کے ہاتھ دور دور تک پہنچتے ہیں۔ خدا کرے ہمارا گمان غلط ہو۔لیکن بعض افسروں کی ایک جماعت اندر خانہ مرزائی ہو چکی اور تقیہ کر رہی ہے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ یہ لوگ کسی نازک مرحلے میں گل بھی کھلا سکتے ہیں۔خودکاشتہ پودے کی حیثیت سے ان کا بعض ایسے ملکوں نے ناتہ بندھا ہوا ہے جو استعمار کی یادگاریں ہیں اور جن کی معرفت پر انہیں یقین ہے کہ ان کا محافظ دستہ ثابت ہوسکتی ہے۔مرزائیوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ اب ان کے لئے عوام میں کوئی جگہ نہیں۔ان کا عندیہ یہ ہے کہ لوگ طاقت کے سامنے جھکتے ہیں۔ مرزائی افسروں نے مسلمان حاکموں کو عوام الناس سے برگشتہ کر رکھا ہے۔ ملک کی اقتصادی زندگی پر قابض ہو کر وہ حکومت میں ایسا ہی رسوخ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا رسوخ کہ یہودیوں کو امریکہ کے صدارتی انتخاب اور برطانیہ کی قومی معیشت میں حاصل ہے۔

کاش ہم حکومت بتا سکتے کہ جس فتنہ پر علامہ اقبالؒ کی نگاہیں پہنچ گئی تھیں۔اس کے

خدوخال پر ان لوگوں کی نگاہیں کیوں نہیں اٹھتیں۔ جو علامہ اقبالؒ کی اس نظریاتی مملکت کے پشتیبان کہلا رہے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جب بھی ہم نے قادیانی فتنہ کی نشاندہی کی ہے ان کے ہاتھوں ہمیں سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ہر قادیانی افسر ہمارے خون کا پیاسا ہے اور اس کا ہمارے پاس ثبوت بھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس شذرہ کے بعد قادیانی اپنے روایتی اسلوب میں ہم پر سب وشتم شروع کر دیں گے۔ لیکن سب وشتم سے یہ حقیقت نہیں بدل سکتی کہ قادیانی ہر لحاظ سے قومی محاسبہ کے مستحق ہیں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۱ ش۱۲، مورخہ ۱۸ر مارچ ۱۹۶۸ء)

## ۳۸…… مرزائیوں سے قطع تعلق ہے میرا دیں

ہم اس کے خلاف نہیں کہ مرزائی پاکستان کے شہری نہ رہیں۔ ایک اقلیت کے طور پر وہ پاکستان میں رہ سکتے اور اس سے متمتع ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس سے متفق نہیں کہ وہ مسلمانوں میں رہیں۔ ان کا حال یہ ہو کہ دین میں مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ لیکن سیاسی طور پر ان میں رہنے پر مصر ہوں اور اس کا پس منظر یہ ہو کہ ایک اسلامی مملکت میں مسلمانوں کے حقوق حاصل کر کے اس کے نظم ونسق پر قابض ہوتے رہیں۔ حتیٰ کہ ان شعبوں میں اپنی تعداد مجرمانہ ذہنیت کے ساتھ بڑھاتے رہیں۔ جن پر کسی حکومت اور کسی مملکت کی بنیاد کا انحصار ہوتا ہے۔ ہم ان سے جو خطرہ محسوس کرتے ہیں وہ احساس ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مرزائی رسوخ ہمارے خلاف اعلیٰ سے ادنیٰ تک استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بات ہم اس لئے کہنے سے رک نہیں سکتے کہ ہمارے جسم وجاں یا مال واولاد پر کیا گزرتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ موت ہے ہم ہر لحظہ ایک مسلمان کی طرح اس کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں۔ مرزائی پریس ہمیں گالیاں دے لے۔ مرزائی افسر ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں اور وہ لوگ جو ان کے سیاسی ہمزلف ہیں۔ ہماری زندگی اجیرن کرنے کے لئے جو چاہیں کریں۔ لیکن جب ہم حضورﷺ کے نام پر ماں باپ قربان کرنے کا زبان سے اعلان کرتے ہیں تو جان سے تصدیق کرنے میں کیا عذر ہے۔ ہماری ایک ہی خواہش ہے کہ اس جماعت کی نگرانی تیز کرو۔ اس کے ارادے ہمارے نزدیک اچھے نہیں۔ مرزائی پلان میں ہے کہ ملک کے اہم محکموں میں دخیل ہو کر اس سب سے بڑی اسلامی ریاست میں ایک ایسا اقتدار حاصل کریں۔ جیسا اقتدار یہودیوں کو امریکہ کے صدارتی انتخاب میں اور بینک آف انگلینڈ کے قومی سرمایہ میں حاصل ہے۔ آج نہیں سنو گے تو کل تجربہ ہمارے خطرے کی تصدیق کر دے گا۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ج۲۱ ش۱۳، مورخہ ۲۵ر مارچ ۱۹۶۸ء)

## ۳۹......علامہ اقبالؒ کے ملفوظات

### خطرۂ عظیم

''قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔'' (روایت عبدالرشید طارق، مندرجہ ملفوظات)

### سیاسی چال

''ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟'' (حرف اقبال)

### الہام کی بنیاد

''مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرنا تھا۔'' (حرف اقبال)

### شہنشائیت کا جواز

''برطانوی شہنشائیت کے جواز میں احمدیت نے الہامی جواز پیدا کیا ہے۔''
(سٹیٹسمین کے نام خط)

### ہندوستانی پیغمبر

''قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبر عربؐ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی امت تیار کرنا ہے۔'' (حرف اقبال)

### مسیح موعود

''مسیح موعود کی اصطلاح اسلامی نہیں اجنبی ہے۔'' (حرف اقبال)

''قادیانی فرقہ کا وجود عالم اسلامی عقائد اسلام شرافت انبیاء خاتمیت محمد اور کاملیت قرآن کے لئے قطعاً مضر اور منافی ہے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مرزائی اسلام کے غدار ہیں۔''

### اسرائیلی عناصر

''قادیانی تحریک کے ضمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں۔'' (قادیانیت اور اسلام)

## سیاسی فوائد

"قادیانی جماعت کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہوتا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔" (قادیانیت اور اسلام)

## قادیانی فرقہ

"قادیانی فرقہ کا وجود عالم اسلامی، عقائد اسلام، شرافت انبیاء، خاتمیت محمدؐ اور کاملیت قرآن کے لئے قطعاً مضر اور منافی ہے۔" (ملفوظات)

## رواداری

"اس ضمن میں رواداری ایک مہمل اصطلاح ہے۔ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ خواہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔ (اصولاً غلط ہے)" (تلخیص)

## حکومت کے نام

"اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ لیکن اس جماعت کے لئے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ جس کا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے۔" (حرف اقبال)

## مذہب سے بغاوت

"اس قماش کے مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے بیزار ہونے لگتے اور بالآخر مذہب کے اہم عنصر کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتے ہیں۔" (حرف اقبال)

## تعلیم یافتہ مسلمان

"نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے حفظ نفس کے جذبے سے انہیں عاری کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان جوان کے نزدیک ملازدہ ہے۔ اس تحریک کے مقابلے میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔" (حرف اقبال)

## قادیانی تحریک

"قادیانیت اسلام کی تیرہ سو سال کی علمی اور دینی ترقی کے منافی ہے۔" (ملفوظات)

## غدار

"مرزائی اسلام کے غدار ہیں۔" (نہرو کے نام خط)

(ہفت روزہ چٹان لاہور ج ۲۱، ش ۱۴، مورخہ یکم راپریل ۱۹۶۸ء)

# فہرست ...... مرزائیل